وہ نوائے مضمحل کیا، نہ ہو جس میں دل کی دھڑکن
وہ صدائے اہل دل کیا، جو عوام تک نہ پہنچے
شکیل بدایونی

نوائے اہلِ دِل

محسن الامت عارف باللہ
حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبد اللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہ
بانی مرکزی خانقاہ شاہ ابرار پھولپور اعظم گڈھ

حسبِ ارشاد

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ مفتی محمد احمد اللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم
ناظم اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ، یوپی، الہند

ناشر
اشرفی کتب خانہ
(مرکزی خانقاہ شاہ ابرار) پھولپور اعظم گڈھ یوپی

وہ نوائے مضمحل کیا، نہ ہو جس میں دل کی دھڑکن
وہ صدائے اہل دل کیا، جو عوام تک نہ پہنچے

نوائے اہل دل

محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

بانی مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار پھولپور اعظم گڈھ

از اجلّۂ خلفاء

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہٗ

حسبِ ارشاد

پیر طریقت حضرت مولانا شاہ مفتی محمد احمد اللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم

خلیفہ وجانشین

محسن الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

ناشر: اشرفی کتب خانہ ”مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار“ پھولپور، اعظم گڈھ، یوپی

﴿تفصیلات﴾

نام کتاب: نوائے اہل دل

صاحب خطبات: محسن الامت عارف باللہ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

کمپوزنگ: وکیل احمد کوپا گنج، مئو

سنہ طباعت: ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء

تعداد صفحات: ۵۶

تعداد اشاعت: ۲۲۰۰

ملنے کے پتے:

(۱) دفتر ''فیضانِ اشرف'' مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ، یوپی

(۲) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' افضل گڈھ بجنور، یوپی

(۳) ''خانقاہ شاہِ عبداللہؒ'' مکان نمبر 4375 گلی نمبر 21 شانتی محلہ پرانا سیلم پور دہلی 31

(۴) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' (پنجابی مسجد) نمبر 10 نارتھ رنج کلکتہ-17

(۵) ''خانقاہ شاہِ عبداللہ'' 61/1L تپسیا روڈ کلکتہ-39

(۶) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' 3-19/b# کراس عمر باغ لے آؤٹ جے پی نگر بنگلور-78

(۷) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' مدرسہ بیت العلوم اورنگ آباد مہاراشٹر

(۸) ''خانقاہ شاہِ ابرار'' المنان کمپلیکس تھاوے روڈ گوپال گنج، بہار

E-mail:baitululoom256029@rediffmail.com

www.phoolpuri.org

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۶
	ذکر اللہ کا نفع	
۲	انسانی غذا دو قسم کی ہے	۹
۳	غذائے جسم کی طرح غذائے روح بھی نافع ہے	۹
۴	غذائے جسم کے مقابلے میں غذائے روح زیادہ نافع ہے	۱۰
۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری کا واقعہ	۱۱
۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری کا دوسرا واقعہ	۱۲
۷	غذائے جسم کی طرح غذائے روح بھی رحمت ہے	۱۳
۸	غذائے روحانی تحفۂ محبوب ہے	۱۴
۹	اپنا ایک واقعہ	۱۵
۱۰	وضو مؤمن کا ہتھیار ہے	۱۵
۱۱	ملا جیون علیہ الرحمہ کا واقعہ	۱۶
۱۲	نماز، تمام مصائب سے بچنے کا واحد علاج	۱۷

۱۳	نماز، رب سے خصوصی ملاقات کا ذریعہ ہے	۱۸
۱۴	حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ کا ارشاد	۱۹
۱۵	متقی بننے پر کوئی پابندی نہیں	۲۰
۱۶	فوج اپنے کمانڈر کی وردی نہیں پہن سکتی	۲۱
۱۷	ایک جامع دعا	۲۱
۱۸	تکمیل رزق سے پہلے موت نہیں آسکتی	۲۳
۱۹	صراط مستقیم کی ہدایت مانگتے رہنا	۲۴
۲۰	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۵
۲۱	دنیا کی فکر کتنی ہے؟	۲۷
۲۲	ہماری نمازیں سنت کے مطابق ہونی چاہیے	۲۷
۲۳	ذکر خداوندی کا نفع	۲۹
۲۴	کثرت سے درود بھیجنے والا، نبیؐ کا سب سے قریبی ہوگا	۳۰
۲۵	اللہ تعالیٰ ذاکرین بندوں کے ساتھ ہے	۳۱
۲۶	ایک نیکی تمام دنیا سے افضل ہے	۳۲
	تذکیر کی کثرت مطلوب ہے	
۲۷	ذکر کا نفع کب ظاہر ہوگا؟	۳۴
۲۸	ایک واقعہ	۳۴
۲۹	تذکیر بہرحال نافع ہے	۳۶

۳۰	بات منوانے کے دوطریقے ہیں	۳۷
۳۱	بادشاہت ونبوت میں فرق	۳۸
۳۲	ولی، نبی کا وارث ہوتا ہے	۳۹
۳۳	ہدایت مفت میں نہیں ملتی	۴۰
۳۴	ایک کیمیا گر کا واقعہ	۴۱
۳۵	سونے کی حقیقت مٹی ہے	۴۳
	اسبابِ غفلت سے دور رہیں	
۳۶	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اوصاف	۴۵
۳۷	حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۴۶
۳۸	حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہما کا واقعہ	۴۹
۳۹	عالی شان قبہ والی عمارت توڑنے کا واقعہ	۵۰
۴۰	ہمیں رب کی یاد کیوں نہیں ستاتی؟	۵۱
۴۱	رب کی نافرمانی بڑی مہنگی ہے	۵۲
۴۲	حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا پیغام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام	۵۴
۴۳	اللہ تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب رہنی چاہیے	۵۴
۴۴	رب کو بھول جانا احسان فراموشی ہے	۵۵

☆☆☆

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد احمد اللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم

خلیفہ وجانشین محسن الامت عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ

تمام علوم شریعت کا سرچشمہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ ہیں۔ حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے، جہاں ان دونوں رہبرانِ کامل کی کافی وشافی رہبری نہ موجود ہو، مگر ان سے براہِ راست استفادہ انسان کے لیے عادۃً غیر مقدور ہے؛ بلکہ حق تعالیٰ نے ان دونوں چشمہائے حیات سے سیرابی حاصل کرنے کی ترتیب یوں قائم فرمائی کہ اوّلاً حبیب ربّ العالمین، امام الہدیٰ، پیشوائے سبل، ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مطہر کو اپنی تجلیاتِ خاصہ کا مخزن بنایا، پھر اس قلب مجلّٰی کو اپنے کلامِ پاک کے نزول سے مشرف فرمایا۔ چناں چہ جب بھی لسانِ نبوت گویا ہوتی تو نورِ ازل مترشح ہوتا، اور اس کی معجز نما تاثیر سے جہلائے عرب کشتیٔ انسانیت کے کھیون ہار بن گئے۔

دورِ نبوت سے تاحال تقریباً ساڑھے چودہ صدیاں گذر گئیں، چشم فلک نے اَن گنت ایسے انفاسِ قدسیہ کی زیارت کی، جنھوں نے اوّلاً اپنے سینے کو نورِ نبوت سے سجایا، پھر پیغام الٰہی اور تعلیماتِ نبوی سے اکنافِ عالم کو روشناس کرایا، اور عالم ارضی کے چپے چپے کو نور ہدایت سے معمور کیا۔ نیز تاریخ شاہد ہے کہ علومِ نبوت کی اشاعت کا کام حق تعالیٰ

ایسے ہی بندوں سے لیتے رہے ہیں جن کے قلوب محبت اور معرفت کی دولت لازوال سے آباد تھے، اور اخلاص وللّٰہیت کے بھی جامع تھے، ورنہ بدون اخلاص کسی بھی کام میں رضائے الٰہی اور قبولیت نہیں آسکتی۔

محسن الامت شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد عبداللہ صاحب پھولپوری نوراللہ مرقدہٗ سابق ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ یوپی، از اجلۂ خلفاء محی السنہ شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت ومعرفت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت والا علیہ الرحمہ کی مجلسیں خصوصی ہوں یا عمومی، گرمیٔ عشق، نکاتِ معرفت، اسرارِ شریعت اور اقوالِ حکمت سے بھرپور ہوتی تھیں، حاضرین مجلس میں سے ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان جواہر پاروں سے محظوظ ہوتا۔

حضرت والا علیہ الرحمہ کے یہ فیوض وبرکات کہیں ضائع نہ ہوجائیں، اس خیال سے ان کو فوری طور پر ٹیپ ریکارڈ اور موبائل وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کرلیا گیا، اب بالترتیب ان مواعظ اور خطبات کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا جارہا ہے۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم تمام اولاد واحفاد اور جملہ متعلقین ومعاونین کو اس اہم کام کی تکمیل کی ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے، اور اپنی محبت ومعرفت سے پورا پورا حصہ عطا فرمائے۔ (آمین) وماتوفیقی الّا باللہ۔ والسلام

(مفتی) محمد احمد اللہ پھولپوری غفراللہ لہٗ ولوالدیہ

خادم مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ (یوپی)

۵؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ

ذکر اللہ کا نفع

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. "فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَاتَكْفُرُوْنِ" (سورة البقرة:١٥٢)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِيْ لَايَذْكُرُ رَبَّهٗ. مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. (البخاري/الدعوات/فضل ذكر الله:٦٤٠٧)

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آپ حضرات کے سامنے ابھی جو خطبہ پڑھا جائے گا، اس کی ایک مختصر بات میں سنانا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندوں کو حکم دیا اور ارشاد فرمایا "فَاذْكُرُوْنِيْ" "تم مجھے یاد کرو، اس کا فائدہ کیا ہے؟ فرمایا "أَذْكُرْكُمْ" "میں تمھیں یاد کروں گا، جیسے والدین اپنے بچوں کو کھانے کا حکم دیتے ہیں، غذا کے لیے بھی اور دوا کے لیے بھی، حالاں کہ سراسر نفع اس غذا کا، اس کھانے کا، اس دوا کا بچوں کو پہونچتا ہے، اس کے باوجود والدین حکم دے کر کھلاتے ہیں؛ اس لیے کہ بچے ابھی اپنی مصلحت اور منفعت سے واقف نہیں ہیں، انھیں دور اندیشی نہیں

اور انھیں آگے دیکھنے کی صلاحیت نہیں۔ ایسے ہی پروردگار عالم بندوں کی منفعت اور مصلحت کے لیے انھیں کچھ باتوں کا حکم دیتے ہیں، جب کہ اس کا نفع نہ اللہ تعالیٰ کو لینا ہے اور نہ پہونچتا ہے، اس کا سارا کا سارا نفع بندوں کو ملے گا اور اس کا فائدہ بندوں کو حاصل ہوگا۔ اس کے باوجود اللہ پاک نے بندوں کو ان باتوں کے کرنے کا حکم دے کر بندوں کی بھلائی کا انتظام فرمایا ہے، اس لیے یہ حکم دینا سراسر ان کی رحمت اور شفقت کی دلیل ہے۔

اس کی مثال میں دے دوں، بات سمجھ میں آجائے گی'' آپ حضرات نے مسئلہ سنا ہوگا کہ اگر کوئی شخص کھانا نہ کھائے، اور کھانا موجود بھی ہو، اور اس کی جان چلی جائے، تو اس پر خودکشی کا گناہ عائد ہوگا'' اس میں آپ دیکھیے کھانے کا پورا نفع بندے کو پہونچ رہا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو کھانے کا حکم دیا، اور نہ کھانے پر اس کی گرفت فرمائی۔ کیوں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان اور شفیق ہیں۔

انسانی غذا دو قسم کی ہے:

میرے دوستو! غذائے انسانی دو ہیں: ایک غذائے جسم ہے، ایک غذائے روح ہے، اللہ تعالیٰ نے جس طرح "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا" کے ذریعہ غذائے جسم کا حکم دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ''فَاذْکُرُوْنِیْ'' کے ذریعہ ہم کو غذائے روح کا حکم دیا، جس طرح غذائے جسم کا حکم جسم کی تقویت کے لیے ہے، اسی طرح غذائے روح کا حکم روح کی ترقی اور اس کی تقویت کے لیے ہے؛ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس میں اللہ تعالیٰ کا بھی کوئی نفع ہے۔

غذائے جسم کی طرح غذائے روح بھی نافع ہے:

اگر آدمی سے نماز کے لیے کہا جائے تو کہتا ہے: کہ جناب مجھے بہت کام ہیں، اور کھانے

کے لیے کہا جائے، تو کبھی نہیں کہتا کہ مجھے کام ہے، کھانا کیسے کھائیں؟ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ وہ کھانے کا نفع خوب جانتا ہے، اور نماز کو چوں کہ کم اہم سمجھتا ہے، اس لیے اس کو نماز کا نفع نہیں دکھتا، کھانے کے متعلق کہتا ہے کہ، بھائی! کھالیں کھانا بھی ضروری ہے؛ اس لیے کہ سمجھتا ہے کہ غذائے جسمانی کا نفع ہمیں پہونچے گا، ہمارا جسم توانا ہوگا، طاقت آئے گی، قوت آئے گی، اسی طاقت وقوت سے ہم کام کریں گے، ہمارے کارخانے اور فیکٹری کا نظام بھی اسی سے چلے گا، اپنی دنیا بھی اگر صحت نہ ہو نہیں بنا سکتے، یہ سوچ کر انسان بہرحال کھانے پینے میں شریک ہو ہی جاتا ہے، اور کوئی زیادہ دباؤ ڈالنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے؛ بلکہ کھلانے پلانے والے کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ: صاحب آپ کا شکریہ کہ آپ نے ہمیں یاد فرمایا۔ تو جس طرح کھانا کھانے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت کا، اور کھلانے والے کی مہربانی پر اس کا خیال آتا ہے، اسی طرح غذائے روح کا انتظام فرمانے والے مولیٰ پر بھی اس کی شفقت ورحمت کا یقین رہنا چاہئے۔

غذائے جسم کے مقابلے میں غذائے روح زیادہ نافع ہے:

لہٰذا اس نے اگر نماز کا حکم دے دیا، روزے کا حکم دے دیا، زکاۃ کا اور حج کا حکم دے دیا، تو اس میں اللہ تعالیٰ کو کچھ لینا نہیں ہے، کچھ نفع نہیں اٹھانا ہے۔ ان تمام اعمال سے جو قوت، طاقت، توانائی حاصل ہوگی، وہ سراسر آپ کے کام آئے گی: اگر روح توانا ہوگی تو جسم صحیح طور پر کام کرے گا، اور آپ صحیح طور پر اس سے فائدہ اٹھاسکیں گے، اگر روح قوی نہ ہو، توانا نہ ہو، تو انسان ہاتھ پیر رہنے کے باوجود ایک جملہ نہیں بول پاتا، کھڑے ہوکر کچھ کر نہیں پاتا، دل کمزور ہے، اسی لیے کہتے ہیں کہ: ان کو ہارٹ اٹیک ہے، ان کو دل کا دورہ پڑتا ہے، اس لیے کچھ نہیں کہہ پاتے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے قلوب قوی تھے، ان کی روحیں توانا تھیں، ان کے یہاں غذائے جسم کا انتظام تو کم، غذائے روح کا چلن زیادہ تھا، اس لیے اپنے جسم کے کمزور

اور چھوٹے ہونے کے باوجود، اپنے بڑے سے بڑے قوی، اور بڑے سے بڑے طاقتور حریف اور مقابل کو پچھاڑ دیتے تھے، اور خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اللہ کے رسول کا ایک ایک صحابی اپنی نظیر آپ تھا، حضرات صحابہ کو مجمع کی کثرت وقلت کبھی خائف نہ کرسکی، ایک ایک صحابی کا حال ایسا ہے کہ جب مجمع زائد ہوتا، تو دس دس ہزار کے مجمع میں اکیلے تلوار لے کر گھس جاتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر کھڑے ہوتے، اور مقابل لشکر میں اِس طرف سے اُس طرف پار کرتے چلے جاتے، اور لڑائیوں میں تیس تیس ہزار کافروں کی لاشیں پٹ جاتیں۔

ان حضرات صحابہ کے پاس کونسی قوت تھی؟ جسمانی طاقت تھی؟ ہاتھ کی طاقت تھی؟ اسلحہ اور گولہ بارود کی طاقت تھی؟ نہیں! ان کے پاس روحانی طاقت تھی، جو دشمن کے پاس نہیں تھی، دشمن اس سے خالی اور عاری تھا، ورنہ اسلحہ، گولہ بارود، تیر وتبر، دشمن کے پاس مسلمانوں سے زیادہ ہی نہیں، بلکہ اتنی تعداد میں تھے کہ ان کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری کا واقعہ:

اس وقت مجھے ایک واقعہ یاد آیا: غزوۂ خندق کا موقع ہے، ایک کافر عمرو بن عبدود جو شجاعت وبہادری، رجالت وبسالت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ کہیں خندق، کم چوڑی پا کر مسلمانوں کے علاقے میں آجاتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس سے مڈبھیڑ ہوجاتی ہے، حالت لڑائی تک پہونچتی ہے، وہ اپنا مقابل اور مبارز طلب کرتا ہے، حضرت علیؓ اس کے مقابلے میں جاتے ہیں، چوں کہ ابھی کمسن ہیں، کمزور بھی ہیں، وہ کہتا ہے: ''تم واپس جاؤ! کسی اور کو بھیجو! تم بچے ہو، میں کسی کمزور اور بچے کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا، اور میں نہیں چاہتا کہ تم کو اپنی تلوار سے قتل کروں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں بچہ ہوں تو کیا ہوا، میں واپس نہیں جاؤں گا، میں مقابلہ کروں گا، بات بنانے کی ضرورت نہیں ہے، چلو! ٹھیک ہے، تم لڑلو، بچے اور بہادر کا مقابلہ ہی سہی''۔

بہرحال وہ مقابلے میں جب آئے، تو اس نے وار کیا، حضرت علیؓ نے اس کے وار کو اپنی ڈھال سے روکا، اس کے باوجود آپ کی پیشانی پر زخم آ گیا، آپ نے پلٹ کر اس پر ایسا وار کیا، کہ وہ دوٹکڑے ہو کر زمین پر گر گیا۔ (سیر الصحابہ: ج ا ص ۲۵۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری کا دوسرا واقعہ:

غزوۂ خیبر کا موقع ہے، مسلمان فوجی، خیبر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں، روزانہ لڑائی ہوتی ہے؛ لیکن قلعہ اتنا مضبوط ہے کہ فتح نہیں ہو رہا ہے، محاصرہ طول پکڑتا جا رہا ہے، حضرت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''کہ کل جھنڈا ایک ایسے انسان کو دوں گا، جس سے اللہ اور اللہ کا رسول دونوں راضی ہیں، اور وہ اُن دونوں سے راضی ہے'' لوگوں کی نظریں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر گئیں، صبح ہوئی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے کہ ہوسکتا ہے، کہ شاید یہ سعادت مجھے مل جائے۔

نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا: کہ علی کہاں ہیں! لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ بیمار ہیں، پوچھا، کیا ہوا؟ بتایا گیا کہ ان کی آنکھیں آئی ہوئی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاؤ! چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بلائے گئے، آپ نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں رکھا، مرض فوراً رفع ہو گیا، اور اس وقت کی جو مشکلات تھیں وہ سب ختم ہو گئیں، اور آپ بالکل صحیح ہو گئے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور فرمایا: جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں پر خیبر فتح کر دیں گے، چناں چہ تشریف لے گئے، اور پورا دن لڑتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ خیبر کو فتح کرا دیا۔ (سیر الصحابہ: ج ا ص ۲۵۹)

تو میں یہ عرض کر رہا تھا: کہ روح کے اندر جب توانائی پیدا ہوتی ہے، تو یہ جسم انسانی دو گنا نہیں، تین گنا نہیں، دس گنا زیادہ کام کرتا ہے، اور دس قدم آگے بڑھ کر کام کرتا ہے۔

غذائے جسم کی طرح غذائے روح بھی رحمت ہے:

غذائے جسم اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جائے، اور اس کا انتظام کیا جائے، تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے رحمٰن ورحیم ہونے کا خیال آتا ہے، اور جب غذائے روح کا انتظام فرما دیا، تو آپ کہتے ہیں کہ: ہمیں بہت کام ہیں، موقع نہیں ہے۔ کوئی نیک کام کی دعوت دے، بھلائی کی طرف بلائے، تو وہی حیلے اور بہانے بتائے جاتے ہیں، جو حضرات صحابہ کے زمانے میں منافقین کرتے تھے۔ کسی اللہ والے کے یہاں جانا ہوا تو ایک گاڑی سے گئے، واپسی کا ٹکٹ ساتھ لے گئے، دوسری گاڑی سے شام کو واپس آگئے۔

تو نماز پڑھنے پر، روزہ رکھنے پر، زکوٰۃ دینے پر، حج کرنے پر، آپ کو خدا کی رحمانیت اور رحیمیت کا یقین اور اعتبار کیوں نہیں آتا؟ حالاں کہ اس غذائے روحانی کے استعمال کرنے سے آپ کی روح توانا ہوگی، آپ کی روح میں طاقت آئے گی، روح کی اس توانائی اور طاقت کا پورا پورا نفع تو آپ کو ملے گا؛ لیکن اس کے باوجود بھی نماز پڑھنے کا انتظار وانتظام نہیں، اور اس کی کوئی تیاری نہیں، روزہ رکھنے کا دل میں خیال تک نہیں پیدا ہوتا۔

ہاں اگر ڈاکٹر کہہ دیتا ہے کہ دیکھو! تم کو بیماری لاحق ہوگئی ہے، تم کوئی میٹھی چیز مت کھانا؛ تو سارا حلوہ وہ گھر والوں کو کھلا دیتا ہے، اور چکنی غذائیں دوسروں کو دیدیتا ہے، ڈاکٹر کی بات کو ماننا اور اس کو اپنی زندگی کی کامیابی سمجھنا، اگر عین حکمتِ زندگی ہے اور ڈاکٹر کی بات پر اتنا بھروسہ ہے، (جب کہ ڈاکٹر کی محبت اور شفقت مظنون ہی نہیں بلکہ سرے سے ہے ہی نہیں) تو اللہ تعالیٰ نے اگر حکم دیا، غذائے روح کے استعمال کرنے کا اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کامیابی کی

بشارت دی کہ تمہاری صحت کا انتظام بھی ہے اور اخروی نجات بھی اسی میں پنہاں ہے، اس میں تو آپ کہتے ہیں کہ: موقع نہیں، اور کہتے ہیں کہ صاحب! بھاری باتیں بتائی جاتی ہیں، ان پر عمل دشوار ہے۔ جب کہ دین کا ہر حکم سہل اور آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت وقدرت سے زیادہ کا مکلّف بنایا ہی نہیں ہے، قرآن پاک صاف صاف اعلان کر رہا ہے: ''لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا'' (البقرۃ:۲۸٦)، اور حدیث میں واضح خبر موجود ہے: ''اَلدِّیْنُ یُسْـــرٌ'' (بخاری:۱۰/۱) اتنے صاف اور واضح اعلان اور پیغام کے آجانے کے بعد، اس کو بھاری بتانا اور عمل نہ کرنے کے بہانے تلاش کرنا، یہ احکام خداوندی کے خلاف سراسر بغاوت اور ظلم ہے۔

غذائے روحانی تحفۂ محبوب ہے:

تو جس طرح غذائے جسم کا مالک رحمٰن ورحیم ہے، ایسے ہی غذائے روح کا مالک بھی رحمٰن ورحیم ہے، غذائے جسم کا نظام جو اس نے دنیا میں پھیلا رکھا ہے، کہ جو چاہے وہ استعمال کرے، کوئی روک ٹوک نہیں ہے، اسی طرح غذائے روح بھی عام ہے۔ آپ دیکھیے دنیا میں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو غذائے جسم سے نوازتے ہیں، چاہے وہ کافر ہو، مشرک ہو باغی ہو عاصی ہو، سب برابر ہیں۔ کافر کھیت میں بیج ڈال کر آتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے، جو اس کے بیج کو ضائع وبرباد نہیں ہونے دیتی، بلکہ اس کو اپنی رحمت کے صدقے میں اسے بھی غلہ عطا فرماتے ہیں، اس کو بھی کھلاتے پلاتے ہیں، تو وہ یہاں اس دنیا میں اس رحمت عامہ سے دھوکے میں آ گیا۔ اسی طرح غذائے روح بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام وہ چیزیں جو اپنے خاص لوگوں کو دی تھیں، اور حد تو یہ ہے کہ سید الاولین والآخرین، اپنے محبوب، تاجدار مدینہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا، وہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی عطا فرما دیں، اور آپ کو دیا ہی نہیں، کہ آپ کا دل چاہے استعمال کریں اور نہ چاہے تو نہ کریں، نہیں! بلکہ اس کے استعمال کو

لازم اور ضروری قرار دے دیا۔ آپ نے نماز کے سلسلے میں سنا ہوگا کہ یہ سب سے اہم، اور محبوب رب العالمین جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو دیا جانے والا محبوب ترین تحفہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش اعظم پر بلایا، اور سیر کرائی، اور آپ جب وہاں تشریف لے گئے، تو ساتوں آسمانوں کے اوپر یہ تحفہ عنایت فرمایا گیا۔

اپنا ایک واقعہ:

ایک صاحب دہلی میں تھے، مجھے تو جلدی تھی؛ لیکن ہمارے ایک دوست تھے، کہنے لگے ''ان کو کچھ نصیحت کر دیجئے''میں نے کہا: میں کیا کہوں! کہنے لگے'' کچھ فرما دیجئے''میں نے کہا: یہ کون سی بات ہوئی کہ بغیر پوچھے میں کچھ کہہ دوں! کہنے لگے: آپ ان سے صرف ایک بات کہہ دیجیے کہ'' یہ نماز کی پابندی کریں؛ اس لیے کہ یہ نماز میں بہت کوتاہی کرتے ہیں'' میں نے کہا بھائی! نماز تو بڑی اہم عبادت ہے، اور سب سے زیادہ سستی ہے، اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا بہت ہی سیدھا اور مختصر راستہ ہے؛ S.T.D. ٹیلی فون ہے، جب چاہے اپنا نمبر لگایا، اور اللہ تعالیٰ سے بات کرلیا، اس میں کوئی بل نہیں، اس پر کوئی چارج نہیں، اس پر کچھ ادا نہیں کرنا، بلکہ کچھ حاصل ہی کرنا ہے؛ لیکن مسلمان کہتا ہے کہ: ہمیں موقع نہیں ہے، فرصت نہیں ہے، ہم آج کل بہت بزی رہتے ہیں، ایک لمحہ کی فرصت ہمارے پاس نہیں ہے، میں نے کہا: ''اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم بنا دیا ہے، فانی دنیا کے پیچھے اپنے آپ کو لگا کر، آج مسلمانوں نے اپنی آخرت خراب کر لی ہے، آج کے مسلمانوں کا کیا ہوگا؟ خدا ہی جانے!۔

وضو مومن کا ہتھیار ہے:

کہتے ہیں کہ: ''اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ'' (وضو مومن کا ہتھیار ہے) اپنے اس

ہتھیار سے اپنے اعضاء کو دھوؤ! اور جہاں چاہو اپنے مولیٰ سے ٹیلیفون پر بات کرلو!

ایک روایت میں ہے کہ: وضو مومن کا زیور ہے، ایک روایت میں ہے کہ وضو نماز کی کنجی ہے، دیکھیے ! کتنا آسان ہے وضو کرنا، اور اپنے مضبوط ہتھیار سے لیس ہو جانا، اور اپنے حسن ظاہری و باطنی کو بڑھانے کے لیے، اس زیور سے اپنے آپ کو آراستہ و مزین کرلینا؛ لیکن اس کے باوجود آج کا مسلمان اس کے لیے تیار نہیں ہے۔

ملا جیون کا واقعہ:

''ملا جیون'' ہندوستان کے بڑے مشہور علما میں سے ہیں، بڑے پائے کے عالم تھے، کئی کتابیں لکھی ہیں، علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے عمل صالح و مقبول سے بھی نوازا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کو ان کے والد نے، ان کی سرپرستی میں دیدیا تھا، بادشاہ وقت کے یہاں بڑے مقبول تھے، بادشاہ وقتاً فوقتاً ان کو نوازتا رہتا تھا، ان کا بڑا معتقد تھا۔ ایک مرتبہ کسی مسئلے میں بادشاہ سے کچھ اَن بن گئی، موقع پاکر لوگوں نے بادشاہ کو چڑھا دیا، بادشاہ نے اپنے قاصد کے ذریعہ بلوایا، مگر نہیں گئے، تو اس نے اپنی فورس کو حکم دیا کہ جاؤ قید کر کے لاؤ! بادشاہ کا لڑکا وہیں تھا، وہ یہ ماجرا دیکھ رہا تھا، ملا جیون کا شاگرد تھا، وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ: ابا جان کا یہ ارادہ ہے، فورس اپنے ہتھیاروں کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آرہی ہے، براہِ کرم آپ کہیں چلے جائیں!

ملا جیون نے کہا: ''کوئی بات نہیں، میں بھی اپنا ہتھیار لگائے لیتا ہوں'' اور لوٹے میں وضو کرنے کے لیے پانی منگایا۔ عالمگیر نے جب یہ دیکھا تو اپنے باپ کے پاس جا کر کہا ''کہ خیریت چاہتے ہو تو اپنی فوج واپس بلالو! وہ وضو کرنے جارہے ہیں، سلطنت اِدھر سے اُدھر چلی جائے گی'' بادشاہ بڑا عقل مند تھا، سمجھ گیا کہ اب خیریت نہیں ہے، چناں چہ

اس نے اپنے سپاہیوں کوفوراًواپس بلایا،اورخود جا کر ملاجیون سے ملاقات کر کے معذرت کیا۔

نماز،تمام مصائب سے بچنے کا واحد علاج:

روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی مصیبت دیکھتے،تو فوراً نماز کی تیاری میں لگ کرنماز ادافرماتے تھے،اوراپنے مولیٰ سے رجوع کرتے تھے۔(ابوداؤد:۱/۱۸۷)

مشکوۃ شریف میں ایک اسی طرح کی حدیث پاک،حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے''کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے،اورآپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوگیا کہ کہیں قیامت تونہیں آ گئی!! مسجد میں تشریف لائے اورآپ نے نماز شروع کردی،اورنماز میں قیام،رکوع،سجدہ اتنا لمبا لمبا کیا کہ اس سے پہلے میں نے آپ کو کبھی اتنا لمبا قیام رکوع اورسجدہ کرتے نہیں دیکھا۔بعدازاں آپ نے ارشادفرمایا کہ: یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں،جن کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں ،ان چیزوں کا ظہورکسی کی موت وزندگی کے سبب نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے ایسا کرتے ہیں،لہٰذا جب تم اس طرح کی کوئی بات دیکھو! تو فوراً نماز کا سہارا پکڑو،اوراللہ تعالیٰ کا ذکر،ان سے دعا مانگنے اورتوبہ واستغفار میں لگ جاؤ۔(بخاری:۱/۱۴۵)

حدیث میں ہے:''كَانَ الْأَنبِيَآءُ إِذَا نَزَلَ بِهِمْ أَمْرٌ فَزِعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ'' (شعب الایمان:۲۹۱۵)(انبیائے کرام علیہم السلام کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے)۔آپ اس روایت کو سامنے رکھیے،اوراپنے گردوپیش کا جائزہ لیجیے! کہ آپ کے اندر مصائب وحادثات کے وقت نماز کا کتنا اہتمام ہے؟ اوراس سلسلے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا کیا حال تھا؟ان کا حال تو یہ تھا کہ جب ان کو کوئی واقعہ پیش آتا،تو فوراً وہ احکم الحاکمین کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے، اورآپ کے یہاں بھی

مصیبت آتی ہے؛ لیکن آپ اپنی مصیبت کے دفاع کے لیے"Hello" کر کے اپنے چاچا اور بابا کو یاد کرتے ہیں، آپ کو بھی بیماری لاحق ہوتی ہے، آپ اپنی اس بیماری اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے سب سے پہلے ڈاکٹر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، اس کے علاوہ اور دنیا کی بہت سی مصیبتیں ہیں، جن میں آپ اہل دنیا سے پہلے رابطہ قائم کرتے ہیں، آپ کو اس کا خیال نہیں آتا کہ"Order" کہیں اور سے آیا ہے، وہاں سے"Stay Order" لینا چاہیے، جہاں سے حکم چلا ہے وہاں درخواست گزارنے کی ضرورت ہے۔

نماز، رب سے خصوصی ملاقات کا ذریعہ ہے:

یہ نماز کیا ہے؟ نماز رب سے ملاقات کا بہت اہم واسطہ ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے"اِنَّہٗ (أَيُ الْمُصَلِّيْ) يُنَاجِيْ رَبَّهٗ" (بخاری:۴۰۵) کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے، مناجات کرتا ہے، اپنے رب سے چپکے چپکے باتیں کرتا ہے، آپ کسی کی تنہائی لینا چاہیں تو کتنا مشکل کام ہوتا ہے، خصوصاً بڑوں کی تنہائی کا وقت اور بالخصوص ایسے لوگوں کی تنہائی، جن کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ قربان جایئے! اللہ تعالیٰ نے کیسی رحمت فرمائی ہے اپنے بندوں پر کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ اس کا حکم دے کر، بندوں کے اِس نفع روحانی کو ضروری قرار دے دیا؛ تا کہ بندہ اپنی کم فہمی اور کم سمجھی کی وجہ سے، ایسا نہ ہو کہ اپنا نقصان کر بیٹھے اور آخرت کے لازوال نفع سے محروم ہو جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دے دیا کہ تم نماز پڑھو! "أَقِيْمُوا الصَّلَاةَ" فرمایا: "نماز پڑھو ہی نہیں، بلکہ اس کو قائم رکھو، اس کا چرچہ کرو، اس کا تذکرہ کرو؛ اس کے متعلق فقہا لکھتے ہیں کہ یہ"إِقَامَةُ السُّوْقِ" سے مشتق ہے، جب کسی چیز کا بازار گرم ہو جاتا ہے، تو بولا جاتا ہے"بازار بہت اٹھان پر ہے، اس وقت بازار میں دھوم مچی ہے" ایسے ہی نماز ایسے

پڑھو کہ دھوم مچی ہو،نماز ایسے پڑھو کہ معلوم ہو کہ نماز پڑھنا ایک کام ہے، مستقل اس کے لیے ذہن بنا ہو کہ ہمیں اپنے مولیٰ اور پیارے مالک کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی روح کا انتظام کرنا ہے، روحانی غذا حاصل کرنی ہے، روح کو قوی کرنا ہے، اگر روح قوی اور مضبوط نہ ہوگی، تو ہر طرح کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ آپ دیکھیے کتنے توانا لوگ اور کیسے کیسے طاقتور، چھوٹے چھوٹے معاملات میں کیا ہوگئے!! اس کے بالمقابل حضرات صحابہ وحضرات اہل اللہ کو دیکھیے! جسم تو کچھ نہیں، لیکن ان کی باطنی طاقت وقوت کا اندازہ لگائیے، کہ جیسے بالکل آہنی دیوار ہوں۔

رخِ زرّینِ من منگر! کہ پائے آہنی دارم
چہ می دانی کہ در باطن، چہ شاہے ہم نشیں دارم

مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میرا پیلا چہرہ مت دیکھو، میرے پَیر کو دیکھو! میرے پاس آہنی پیر (لوہے کا پاؤں) ہے۔ اس لیے کہ تم کیا جانو کہ میں اپنے باطن میں کس کو پوشیدہ رکھتا ہوں! میں اپنے باطن میں بہت بڑا بادشاہ، ہم نشین رکھتا ہوں، وہ ایسا بادشاہ ہے، جس کی کائنات میں کوئی نظیر اور مثیل نہیں ہے، وہ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، دنیا کے تمام بادشاہوں کی بادشاہتیں اس کا عطیہ ہیں، وہ جب چاہے ان بادشاہوں کی بادشاہی کو خاک میں ملا دے، ایسے طاقت وقوت اور سلطنت والے مالک کو ہم اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہیں۔

حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ کا ارشاد:

حکیم الامت مجدد الملّت حضرت اقدس مولانا شاہ اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ حضرت! کیا بات ہے؟ کہ یہ اللہ والے، ان کے پاس نہ حکومت ہوتی ہے، نہ ان کے ہاتھ میں ڈنڈا، لاٹھی ہوتی ہے، مگر پھر بھی قوم ان سے ڈرتی ہے، کانپتی ہے، لرزتی ہے؟

حضرت نے اس کا عجیب جواب ارشاد فرمایا:

فرمایا: دیکھو! اہل اللہ مع اللہ ہوتے ہیں، لوگ ان انسانوں سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، تجلی اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے کہ یہ لوگ اللہ والے ہیں، کہیں ان کی زبان سے کوئی ہماری تباہی والا جملہ نہ نکل جائے۔

متقی بننے پر کوئی پابندی نہیں:

اللہ والا بننے کے لیے کسی کے اوپر کوئی پابندی نہیں لگی ہے، کوئی نیک بننا چاہے تو شوق سے بن سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ'' (الأعراف: ۱۹۶) کہ اللہ تعالیٰ صالحین کا، نیک لوگوں کا متولی ہے۔ جو چاہے نیک بن سکتا ہے، متقی بن سکتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی تولیت نصیب ہو جائے گی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کچھ ہی لوگ ہیں، تو ان سے میں پوچھتا ہوں کہ اور لوگوں پر کیا پابندی ہے، اگر کوئی نیک بننا چاہے تو اسے کون روک رہا ہے؟؟

ارے بھائی! بابری مسجد اگر مسلمان نہیں بنا سکتا، اس کے پاس حکومت اور طاقت نہیں ہے، تو اپنے سر سے بابری بال تو اتار سکتا ہے، مسلمان اپنے سر پر اپنے دشمن، انگریزوں کا بال کیوں لگائے ہوئے ہے؟ آپ کے پاس کیا مجبوری ہے کہ آپ اپنی شکل وصورت سنت کے مطابق نہیں بناتے؟ شرعی ڈاڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ آج کا مسلمان صبح سے شام تک انگریزوں کو گالی دیتے نہیں تھکتا، لیکن اپنے ایمان کا بورڈ صحیح کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

آج برسوں سے دلوں میں ایمان کا خزانہ رکھا ہوا ہے، آدمی جب کوئی دوکان کھولتا ہے تو اس پر اچھا سا بورڈ لگاتا ہے، سوچتا ہے کہ اس میں ہمارا کیا کیا سامان ہے، لوگ دیکھ سکیں، محسوس کریں، اور تم تو اتنا بھی کرنے کے لیے تیار نہیں ہو کہ اپنے ایمان کی اہم نشانی

ڈاڑھی کا بورڈ اپنے چہرے پر لگاؤ!۔

ایک صاحب سے میں نے یہی بات کہی تو اس کو بڑی عبرت ہوئی، اور وہ بہت خوش ہوئے، انھوں نے کہا کہ حضرت آپ نے بڑا اچھا عنوان لگایا، میں نے کہا کہ عنوان کی بات ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے، لاڈلے محبوب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز عطا فرمائی ہے، اس کی ہمیں اجازت ملی ہوئی ہے، یہ ہمارے لیے بڑی سعادت کی بات ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی مشابہت کا حکم دے دیا، یہ معمولی بات نہیں ہے۔

فوج اپنے کمانڈر کی وردی نہیں پہن سکتی:

آپ دنیا کا دستور دیکھیے! کہ فوج اپنے جنرل اور کمانڈر کی وردی نہیں پہن سکتی، فوج کو اپنے جنرل اور کرنل کی وردی میں مشابہت اپنانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اگر کوئی فوجی اس حکومتی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے، تو اس کو معطل کر دیا جاتا ہے، اور اس کو حکومت کی نگاہ میں مجرم گردانا جاتا ہے کہ اس نے قانون شکنی کی ہے، کوئی حکومت اس فوجی کو معاف نہیں کرتی؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین، تاجدار مدینہ، ہم سب کے آقا و مولیٰ، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی، اخلاق کی، عادات کی حتیٰ کہ آپ نے جو دعائیں مانگی ہیں ان کی نقل کا بھی حکم دے دیا؛ تاکہ امت ان سے فائدہ اٹھا سکے۔

آپ حدیث پاک کی کتابیں دیکھیے! ان میں دعائیں انھیں الفاظ کے ساتھ مروی ہیں، جو الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیے تھے۔

ایک جامع دعا:

انھیں میں ایک دعا وہ ہے، جسے آپ بھی اپنی دعاؤں میں پڑھتے ہیں، اور اپنے

رب سے تمام خیر طلب کرتے ہیں، وہ دعا یہ ہے:

"اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَاسَأَلَکَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَ أَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْکَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" (ترمذی:۳۵۲۱)

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے وہ تمام خیر مانگتے ہیں، جو تجھ سے تیرے رسول نے طلب کیا، اور ان تمام شرور سے پناہ مانگتے ہیں، جن سے تیرے رسول نے پناہ مانگی ہے۔

آپ اس دعا کے جملوں پر غور کیجیے، اور اس کی عربی ترکیب پر نظر دوڑائیے! کتنے پیارے جملے ہیں، جو اپنے اندر معانی کا اتھاہ سمندر سموئے ہوئے ہیں، اس دعا کے ایک جملے میں آپ کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتے ہیں، اس کا اندازہ آپ کا محدود ذہن ودماغ نہیں لگاسکتا؛ دنیا کا قانون تو یہ ہے کہ ایک گریجویٹ افسر کو، جس قسم کی سہولیات میسر ہوتی ہیں، وہ سہولیات اس کے نیچے والے کو کہاں مل سکتی ہیں، اور ایک جنرل آدمی کی تو بات ہی مت کیجیے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی کیسی رحمتِ شان اور عظمتِ شان اپنے بندوں کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور چہیتے محبوب کو جو نماز عطا فرمائی تھی، اپنے محبوب کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو اس نماز کے پڑھنے کا صرف مکلّف ہی نہیں بنایا، بلکہ ان پر لازم اور فرض قرار دیا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ یہ بندے اپنی خوبی وکمال کی چیزوں سے مانوس نہ ہونے کی وجہ سے ان کو چھوڑ بیٹھیں، اور ان کا اجر ضائع اور برباد ہوجائے اور یہ نقصان میں پڑجائیں۔

اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہیں، رب وہ کہلاتا ہے، جو ہر چیز کو پال کر اس کے منتہیٰ تک پہونچاتا ہے، چھوٹے سے درخت کو پال کر اس کو پھل آور اور بارآور بناتا ہے، چھوٹے سے انسانی بچے کے جسم کو پال کر اس کو جوان بناتا ہے، تو جس طرح اللہ تعالیٰ رب ہے جسم کا،

درخت کا، حیوان کا، ایسے ہی روح کا بھی رب ہے، جیسے جسم کے بڑھنے کا نظام اس نے دنیا میں پھیلا رکھا ہے، اسی طرح روح کے بڑھنے اور پھیلنے کا نظام بھی دنیا میں پھیلا رکھا ہے، جس طرح جسم اپنی غذا پا کر توانا وتندرست ہوتا ہے، اوراس کی بڑھوتری ہوتی ہے، اسی طرح روح بھی اپنی غذا پا کر سکون محسوس کرتی ہے، اورتندرست ہوتی ہے۔

غذائے روح ہے کیا؟ غذائے روح اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا وہ قانون ہے، جس کو شریعت اسلامیہ کے نام سے جانا جاتا ہے، غذائے روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اوران کے طریقے ہیں، غذائے روح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، غذائے روح اچھے کام کرنا ہے، اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے، یہ غذائے روح کیسے ملے گی؟ جیسے غذائے جسم ملتی ہے، اللہ تعالیٰ سے مانگنے سے ملے گی؛ اس لیے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لیے خیر کے اسباب مہیا نہ ہوں انسان کچھ نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ جیسے ہر چیز کے رب ہیں، ہر چیز کے مالک بھی وہی ہیں، جیسے دنیا میں سارے اموال کا مالک ہے کہ ہر آدمی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جتنا دیں گے، اتنا ہی ملے گا، گیہوں کے جتنے دانے مقدر ہیں اتنے ہی ملیں گے، پانی کی جتنی مقدار لکھی ہے اتنی ہی ملے گی، اس سے زیادہ نہیں مل سکتی۔

تکمیل رزق سے پہلے موت نہیں آسکتی:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ انسان کی موت اس وقت تک نہیں ہوسکتی، جب تک وہ اپنی روزی پوری نہ کرلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''إِنَّ نَفۡسًا لَنۡ تَمُوۡتَ حَتّٰى تَسۡتَكۡمِلَ رِزۡقَهَا'' (شرح السنة:٤١١٧)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ انسان کی روزی موت کی طرح اس کا پیچھا کرتی ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''إِنَّ الرِّزۡقَ لَيَطۡلُبُ الۡعَبۡدَ كَمَا يَطۡلُبُهٗ أَجَلُه'' (مسند بزار:۴۰۹۹)

اس روایت کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اگر انسان اپنی روزی سے بھاگے، اور اس کو لینا نہ چاہے، تو جس طرح موت سے بھاگنے کے باوجود موت اس کو آ کر رہتی ہے اسی طرح روزی بھی اس کو پہنچ کر رہے گی۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۰/۵۲)

میں نے کہیں لکھا دیکھا تھا کہ جب انسان کے مرنے کا وقت ہوتا ہے، تو ملک الموت کے پاس کچھ پہلے غذا کا فرشتہ آتا ہے، اور آ کر ان سے کہتا ہے کہ: روئے زمین میں ان کی اب کوئی غذا باقی نہیں رہی، جتنے دانے ان کے لیے مقدر تھے، وہ ان کو مل چکے، یہ آخری دانہ ان کے منہ میں جا رہا ہے، اس لیے آپ اپنے کام کے لیے تیار ہو جائیے!!

پانی کا فرشتہ آ کے بتاتا ہے: کہ اب ان کے لیے زمین کے اوپر پانی کا کوئی قطرہ باقی نہیں رہا، جتنے قطرے مقدر تھے سب ان کی حلق میں انڈیل دیئے گئے، لہٰذا آپ اپنے کام کے لیے تیار ہو جائیے! ہوا کا فرشتہ آتا ہے وہ بھی اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے اور کہتا ہے: کہ ہوا کی جتنی سانسیں ان کے لیے مقدر تھیں، سب پوری ہو چکیں، لہٰذا آپ اپنے کام کے لیے تیار ہو جائیے!!

جب یہ تینوں رپورٹیں ملک الموت کے پاس آ جاتی ہیں، تب وہ اپنے رب کے حکم سے اس انسان کی روح قبض کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ جس طرح اجسام ظاہرہ کے رب ہیں، اسی طرح اجسام باطنہ کے بھی رب ہیں، جس طرح انھوں نے جسم کے بڑھنے کا انتظام کر رکھا ہے، اسی طرح روح کے توانا ہونے کا بھی انتظام فرما دیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ جسم کا انتظام کر دیا جائے، اور روح کو یونہی چھوڑ دیا جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کی چمک دمک دیکھ کر اسی میں اُلجھ کر رہ جاؤ۔

صراط مستقیم کی ہدایت مانگتے رہنا:

تم اس فانی اور جانے والی دنیا میں رہ کر صراط مستقیم کی ہدایت مانگتے رہنا، میرے

خزانے میں سب سے زیادہ کمال کی جو چیز مانگنے کی ہے وہ صراط مستقیم ہی ہے، جو تمہارے لیے سب سے زیادہ نفع کی چیز ہے۔ایک بڑے گھر اور سجے سجائے مکان تک جو پہونچانے والا راستہ ہے، وہ راستہ مانگ لو! اس راستے کی اگر تم کو ہدایت مل گئی راہ نمائی مل گئی تو تم کو یہ فکر نہیں ہوگی کہ آج کرتا نہیں، کل پائجامہ نہیں، پرسوں ٹوپی نہیں، ایک ایک چیز مانگنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، وہ تو سجا دھجا کے، اور دنیا کی تمام نعمتوں سے آراستہ محلات، تمہارے حوالے کردے گا کہ لو! اور جیسے چاہو ان کا استعمال کرو! اور دنیا کی نعمتیں تو صرف سمجھانے کے لیے دی گئیں ہیں، یہاں کی نعمتوں کا وہاں کی نعمتوں سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا، جنت کی نعمتوں کی تعریف کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے:

”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ، مَالَاعَیْنٌ رَأَتْ، وَلَاأُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ: فَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ“ (بخاری:۳۲۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، اور نہ کسی کے کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل پر کبھی اُن کا گزر ہوا، اور چاہو تو یہ پڑھ کے دیکھو کہ: کسی کو پتہ نہیں کہ میں نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چھپا رکھا ہے؟“۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا اور کہا کہ بتاؤ دین کیسے ملتا ہے؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ: جیسے دنیا ملتی ہے، میں نے کہا کہ تمہیں اپنے کھیت کے بنانے کا طریقہ معلوم

ہے! دوکان چلانے کا طریقہ معلوم ہے، فیکٹری اور کارخانے کے لگانے اور چلانے کا طریقہ اچھی طرح معلوم ہے، جہاں سے سائن ہوتی ہے، وہاں سے منظوری لینے کا ڈھنگ معلوم ہے، اور سارے کام کرنے کا طریقہ معلوم ہے؛ مگر دین حاصل کرنے کا طریقہ اور راستہ آپ نہیں جانتے، بڑے تعجب کی بات ہے! آج دین کے متعلق لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ امامِ مسجد کی ذمہ داری ہے کہ اذان کہے اور ہم سے آکر کہے کہ صاحب! چلیے جماعت تیار ہے۔

یہیں بمبئی میں ایک صاحب تھے، مال آنے کے بعد دماغ تھوڑا سا الٹ جاتا ہے، انھوں نے سوچا ہوگا کہ کوئی چندہ والے مولوی صاحب ہوں گے، وہ مجھ سے کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے، وہ مجھے الجھانا چاہتے تھے، میں نے ان کو قاعدے سے سمجھایا تو کہنے لگے کہ: ارے جناب آپ نے تو ایسی بات بتائی، جو آج تک کسی نے نہیں بتائی، تو میں نے ان سے کہا کہ انکم ٹیکس کی جو رولنگ آتی ہے، آپ نے کبھی اپنے وکیل سے کہا کہ صاحب یہ رولنگ آپ نے ہم کو کیوں نہیں بتائی؟ وہ وکیل جو آپ سے آپ کی دس ہزار اور بیس ہزار کی فیس لیتا ہے، کبھی آپ نے اس سے اس طرح بات کیا؟ کہنے لگے: کبھی نہیں، تو میں نے کہا کہ یہ تو اس کی ذمہ داری ہے کہ فیس لیتا ہے، تو ہر رولنگ کے متعلق آپ کو خبر کرتا رہے، اور اگر نہ کرے، تو آپ اس کو برخواست کردیں، اور ڈانٹیں کہ تم نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ آپ فیس بھی دیتے ہیں، اس کے باوجود خود فون کرکے اس کے گھر جا کر، اس کو ہدیہ، تحفہ اور گفٹ دے کر معلوم کرتے ہیں کہ جناب کوئی نئی رولنگ تو نہیں آگئی؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے، کہ مال کسی اور کو مل رہا ہو؟ مال بچانے کا طریقہ آپ کو خوب معلوم ہے، اور انکم ٹیکس کے وکیل سے دوستی رکھنا اچھی طرح جانتے ہیں؛ لیکن دین چوں کہ پراپرٹی نہیں، مفت میں ملا ہوا ہے، اس لیے اس کی کوئی قدر نہیں۔

دنیا کی فکر کتنی ہے؟

آج دنیا کا حال یہ ہے کہ اگر دس لاکھ کا مکان بناتا ہے تو سوچتا ہے کہ اگر بغیر انجینئر کی مدد کے بنائیں گے، تو ہوسکتا ہے کہ چھت گر جائے، ہوسکتا ہے کہ دیوار ٹیڑھی ہو جائے، ہوسکتا ہے بھیم ناقص رہ جائے، ہوسکتا ہے مکان ہی ٹیڑھا بن جائے، تو ان تمام خرابیوں کو دور کرنے کے لیے انجینئر کو تلاش کرتا ہے؛ لیکن اگر نماز ٹیڑھی ہو رہی ہے، تو اس کو فکر نہیں ہے!!۔

ہماری نمازیں سنت کے مطابق ہونی چاہیے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس نماز پڑھنے کا موقع نہیں ہے، فرصت نہیں ہے، ہر کام کی فرصت ہے، ہر چیز کا وقت متعین ہے: کام پر جانے کا، آفس جانے کا، منیجر اور مالک سے ملاقات کا، گھر پر لوگوں سے ملاقات کا، ہر چیز کا وقت معین ہے۔

لیکن نماز کے لیے فرصت نہیں ہے، اور اگر کسی کے پاس کھینچ تان کر نماز کا وقت نکل بھی آیا، اور اس نے نماز پڑھ بھی لی، تو وہ اتنے میں پھولا نہیں سماتا، اس کو یہ فکر لاحق نہیں ہوتی کہ ہماری پڑھی ہوئی نمازیں سنت کے مطابق ہوتی ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت کے مطابق ہوتی ہیں یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جس طرح سجدے میں پیر رکھتے تھے، ہم نے بھی اسی طرح نماز میں پیر رکھا ہے یا نہیں؟ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہاتھ باندھتے تھے، ہم نے بھی باندھا یا نہیں؟ سجدے کی سنت کیا ہے؟ اور سجدے میں کیا پڑھنا ہے؟ اس کو معلوم نہیں ہے!!۔

حدیث پاک میں آتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّيْ''. (صحیح ابن حبان: ۱۶۵۸)

واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے موقع پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے، جس کی بنا پر بعض روایت کے مطابق تین نمازیں: یعنی ظہر، عصر، مغرب، اور بعض روایتوں کے مطابق چار نمازیں: تین مذکورہ اور چوتھی عشا قضا ہوگئیں، اور وقت پر ادا نہ ہوسکیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان کو ترتیب وار ادا فرمایا، اور بعدہٗ حضرات صحابہ سے فرمایا کہ: ''آپ حضرات نے جس طرح جس ترتیب سے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اسی طرح اپنی نماز ادا کرو! اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: کہ آپ نے چاروں نمازیں اذان واقامت کے ساتھ پڑھیں''۔

بہرحال! مجھے تو اس حدیث سے اتنی بات سنانی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، اسی طرح تم بھی نماز پڑھو! معلوم ہوا کہ نماز کا طریقہ دیکھنے والوں سے اور جاننے والوں سے سیکھنا پڑے گا، اور پھر اس کے مطابق جب نماز ادا کی جائے گی، تب وہ نماز شریعت میں ظاہراً نماز کہلانے کی مستحق ہوگی، اس کی قبولیت اور عدم قبولیت کا مسئلہ تو بعد کا ہے، یہ نہیں کہ صاحب آپ آئے مسجد میں اور دیکھا کہ پبلک کھڑی ہے، وضو کیا، کھڑے ہوگئے، اور تین دن میں نمازی بن گئے، نہ نیت کی ترکیب، اور نہ نماز پڑھنے کا ڈھنگ معلوم ہے، مفت کے نمازی بن بیٹھے، نماز میں کیا کوتاہی ہوئی؟ اس کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ آج یہ مرض وبا کی شکل اختیار کر گیا ہے کہ لوگ دین اور احکام دین سے لاپرواہ ہوتے جارہے ہیں، آج ہماری نظروں میں جو قیمت دنیا اور اہل دنیا کی ہے، وہ نہ دین کی ہے اور نہ اہل دین کی۔

میں عرض یہ کررہا تھا کہ آپ نے دین کی خرابی کو کیوں نہیں سمجھا؟ اور دین کو قیمتی چیز

آپ نے کیوں نہیں جانا؟ اس لیے کہ آپ نے دین، تین دن میں سیکھ لیا، اور ہر گرے پڑے سے آپ نے دین حاصل کرلیا۔ اگر دین کی کوئی قیمت اور کوئی وقعت ہماری نظروں میں ہوتی، تو ہمارا دین کے ساتھ یہ سوتیلا برتاؤ نہ ہوتا، اور ہم دین کے، دل سے قدرداں ہوتے۔ ہم دین کے قدرداں کیوں نہیں ہوئے؟ اس لیے کہ ہم نے اس کو اپنی پراپرٹی نہیں سمجھا۔

ذکر خداوندی کا نفع:

''فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ '' کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ: اللہ تعالیٰ حکم دے رہے ہیں کہ تم مجھے یاد کرو! ان کو یاد کرنا گویا ہماری کامیابی ہے، اور اس میں ہمارا فائدہ ہے یا نقصان ہے؟ فرمایا: تم فائدہ نقصان دیکھتے ہو، ''أَذْكُرْكُمْ '' تو مجھے اگر یاد کرے گا، تو میں تجھے یاد کروں گا۔ تو اگر بندہ ہوکر مجھے یاد کرے گا، تو میں مالک اور بادشاہ ہوکر تجھے یاد کروں گا۔ تو عاجز ہوکر مجھے یاد کرے گا، تو میں قادر ہوکر تجھے یاد کروں گا۔

ارے بھائی! جب بادشاہ کسی کے گھر آتا ہے، تو اپنی بادشاہت کے ساتھ آتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ جب آپ کو یاد فرمائیں گے، تو کیا بس یوں ہی یاد فرمائیں گے؟ نہیں، بلکہ فرماتے ہیں کہ میں تم کو اپنی بے پناہ نعمتوں کے ساتھ یاد کروں گا، اپنی رحمتوں کے ساتھ یاد کروں گا، اپنی جنت کے ساتھ یاد کروں گا، میری یاد مفت میں نہیں ہوگی۔ یہی کیا کم ہے کہ آپ کا چرچا سارے عالم میں ہوجائے! اس سے بڑی آپ کے لیے اور کیا دولت ہوسکتی ہے؟

اس لیے حدیث پاک میں بھی یہ مضمون ہے، اور قرآن مقدس میں بھی موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''أُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا'' (احزاب:۴۱) (اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو) اللہ تعالیٰ کو کثرت سے نہ یاد کرنا، منافقین کی علامت ہے، قرآن پاک میں ہے: ''لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا'' (النساء: ١٤٢) ''یہ منافقین اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے

ہیں'' اولاً تو اِدھر اُدھر کی آنا کانی سے کام لیتے ہیں، اگر کہیں پھنس بھی گئے، تو بس دکھانے کے لیے زبان ہلا دی؛ تاکہ لوگ مسلمان جانیں۔

آج کا مسلمان بھی یہی کام کرتا ہے، اس کے پاس اللہ تعالیٰ کو اور ان کے پاک رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرنے کا وقت نہیں ہے، سب کاموں کے لیے موقع ہے، اخبار کی جھوٹی خبریں پڑھنے کے لیے گھنٹوں موقع ہے، جب تک پورا اخبار شروع سے آخر تک ختم نہیں کر لیتا، تب تک اس کو چین نہیں آتا؛ لیکن ایک بار اپنے پیارے نبی اور محسن انسانیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا اور بھیجنے کا موقع اس کے پاس نہیں۔

کثرت سے درود بھیجنے والا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے قریبی ہوگا:

امام ابوبکر بیہقی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت نقل کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: قیامت کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب وہی ہوگا، جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجتا ہے، اور فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ۱۰۰/ حاجتیں پوری فرمادے گا، اور اس کا درود شریف پڑھنا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں فرشتہ اس طرح لے جا کر پیش کرتا ہے، جیسا کہ تم میں سے کوئی دوسرے کے پاس تحفہ اور ہدیہ بھیجتا ہے، اور بھیجنے والے کا نام اور اس کے باپ دادا اور خاندان کا نام لے کر پیش کرتا ہے۔ (شعب الایمان، الرقم: ۳۰۳۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک روایت مروی ہے کہ: جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے، تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر ایک نور چمکتا ہوا دکھائی دے گا، اس پر تمام لوگ حیرت کریں گے کہ اس نے آخر کونسا ایسا

عمل کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کو یہ درجہ ملا ہے۔ (شعب الایمان:۲۷۷۴)

آپ بتائیے! درود پاک پڑھنے پر اتنا زیادہ ثواب اور فائدہ ہے، اس کے باوجود مسلمان اس پر عمل کیوں نہیں کرتا؟ کیا درود پڑھنے کے لیے کسی سے دستخط کرانی پڑتی ہے؟ کوئی نمبر لینا پڑتا ہے؟ کہیں لائن لگانی پڑتی ہے؟ کوئی لائسنس بنوانا پڑتا ہے؟ کچھ نہیں کرنا پڑتا، اس کے باوجود موقع نہیں ہے۔

ارے بھائی! خالی زبانی جمع خرچ ہے، اور صرف زبانی جمع خرچ پر اتنا بڑا محسن اور محبوب خوش ہو رہا ہے، اور صرف زبانی جمع خرچ پر اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی رحمت میسر آ رہی ہے، پھر بھی ہم محروم ہیں؛ اس محرومی کی وجہ خود اپنی کاہلی اور سستی ہے، اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ذاکرین بندوں کے ساتھ ہے:

حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''أَنَا جَلِيسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ'' (منصف ابن ابی شیبہ:۱۲۲۴) کہ میں اس کا ہم نشیں ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اگر یاد کرو گے، تو وہ آپ کا ہم نشین ہوگا، اور وہ تمہارا مددگار رہوگا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ: ''میں اپنے ذکر کرنے والے بندوں کے ساتھ رہتا ہوں'' یہی ذکر کی نعمت تھی، کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام جنت چھوڑ کر دنیا میں چلے آئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: تم جہاں رہوگے، میں تم کو وہیں ملوں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے سمجھا تھا، شاید جنت سے نکلنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی معیت سے محرومی ہو جائے گی! فرمایا: نہیں ہرگز نہیں ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' (الحدید:۴) اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہوگے۔

بھائی! کتنا آسان ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اور ان کو یاد کرنا کتنا آسان ہے، اور اس پر کتنا بڑا نفع مرتب ہو رہا ہے، لیکن ہم کو چلتے پھرتے ''سبحان اللہ'' اور ''لا الہ الا

اللّٰہ‘‘ پڑھنے میں شرم محسوس ہوتی ہے، اور ’’سبحان اللّٰہ وبحمدہ، سبحان اللّٰہ العظیم‘‘ کے فوائد کتنے ہیں! اس کلمے کے کیا فضائل ہیں! ان کلمات کو پڑھنے کا ہمارے پاس موقع نہیں ہے، دس روپیہ کی ڈیوٹی دینا آسان ہے، پچاس روپیہ صبح سے شام تک حاصل کرنے کے لیے قلی بوجھ اٹھاتا ہے، وہ آسان ہے؛ لیکن ایک بار سبحان اللہ! کہنے کے بعد اس دنیا و مافیہا سے بڑھ کر نیکی کمانے کی ہم کو فرصت نہیں ہے!!۔

ایک نیکی تمام دنیا سے افضل ہے:

ایک نیکی دنیا و مافیہا سے افضل ہے، آپ جب سبحان اللہ! پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس نیکیاں عطا فرمائیں گے، اور اگر آپ نے دس مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا، تو ۱۰۰؍ نیکیاں خالی زبان چلانے سے مل گئیں۔ اسی طرح اگر روزانہ کا معمول بنالیا، تو مہینہ کی تین ہزار اور سال کی چھتیس ہزار نیکیاں ہوگئیں، اتنا بڑا ذخیرہ آپ کو بغیر کسی خرچ کے مل گیا، جو کل میدان حشر میں آپ کو کام دے گا؛ جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ آپ دیکھئے! زبان کتنی آسان ہے، کہاں کہاں گھومتی ہے، کتنے چکر لگاتی ہے؛ لیکن یہی زبان اپنے مولیٰ کی یاد میں لگ جائے، تو اس کا مسئلہ حل ہوجائے؛ اللہ رب العالمین ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ہم سب کو اپنی دنیا و آخرت کے فرق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اس چھوٹنے والی بے وفا، غدار دنیا کے ساتھ اگر ہم نے اپنا سارا معاملہ کیا، تو یہ چار ٹکے مال کے علاوہ کچھ نہیں دے سکے گی، اور اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ مضبوط رکھا، تو وہ بہت ہی باوفا ہے، اپنے بندوں کے ساتھ، جو اس کی رحمت وشفقت ہے، وہ کسی کو اس کے علاوہ کہاں مل سکتی ہے!؟ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین) (وآخر دعوانا أن الحمدللہ ربّ العالمین)

تذکیر کی کثرت مطلوب ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ. وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ. وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ. وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

”وَذَکِّرْ فَإِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ“ صدق اللّٰہ العظیم. (الذاریات:۵۵)

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

آگے کچھ نظام پہلے سے تجویز ہے، اس لیے نہایت اختصار کے ساتھ بعض دوست واحباب کی چاہت کی بنا پر، قرآن پاک کی جو آیت کریمہ اس وقت تلاوت کی گئی ہے، اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں، دعا فرمائیں! اللہ تعالیٰ ہماری اس چند ساعات کی کوشش کو اور کہنے اور سننے کو قبول فرمالیں، اور ہمارے لیے مغفرت کا ذریعہ بنائیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو خطاب فرمایا، اور ارشاد فرمایا: ”وَذَکِّر“ آپ تذکیر کیجیے! اور بار بار نصیحت کیجیے! تذکیر کہتے ہیں، ذکر کو بار بار دہرانا، تکثیرِ ذکر کرنا، بار بار یاد دہانی کرانا۔ اب یہ یاد دہانی کتنی بار کرائی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے

کہ: اتنی بار کرائی جائے کہ سامنے والا اپنی بدعملی اور برائی سے باز آجائے۔ جب تک سامنے والا اپنی برائی پر اٹل ہے، آپ تب تک اپنی بھلائی پر اڑے رہیے۔ جب تک اس کو اپنی بدعملی پر اصرار ہے، تب تک آپ اپنی بھلی بات سنانے پر مصر رہیے۔ یہ کیا بات ہے کہ وہ تو اپنی برائی پر اڑا ہے، اور آپ اپنی بھلائی سے دست بردار ہو جائیں؛ جب کہ بھلائی پر جمنے کا حکم دیا گیا۔

ذکر کا نفع کب ظاہر ہوگا؟

اصل وجہ یہ ہے کہ انسان پر جو غفلت کا پردہ پڑا ہوتا ہے، اس کی مختلف اقسام ہیں: کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کا پردہ باریک ہوتا ہے، اور کچھ لوگوں کے دلوں پر موٹا اور دبیز پردہ پڑا ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں پر غفلت کا دبیز پردہ ہوتا ہے، ان کے لیے بار بار، بار بار تکرار کی ضرورت ہوتی ہے، اور جن کا پردہ باریک ہوتا ہے، وہ جلدی ہی پھٹ جاتا ہے، تو ان کے حق میں تذکیر کا نفع جلدی ظاہر ہو جاتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بات کہنے والے کی تاثیر کا بھی اثر پڑتا ہے، ایک بات کسی نے بار بار کہی، اور وہی بات کسی نے ایک بار کہی، اس کی قوّتِ تاثیر اثر انداز تھی، اس کا اثر جلدی ہی ظاہر ہو گیا، تو وہ بات ایک ہی مجمع میں اور ایک ہی مجلس میں بار آور ہو جاتی ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے تذکیر اور کثرت ذکر کا جو حکم دیا ہے، اس کا مقصد انسانی قلوب پر پڑے ہوئے غفلت کے دبیز و باریک پردوں کو دور کرنا ہے؛ تاکہ انسان اپنے اعمال بد سے دست بردار ہو کر اعمال صالحہ والے راستے پر گامزن ہو جائے۔

ایک واقعہ:

حضرت والا تھانوی قدس سرہٗ کے بھتیجے تھے، ان کا نام شبیر علی شاہ تھا، جو خانقاہ کے

متولی بھی تھے؛ مولوی شبیر علی کے ایک رشتہ دار کو سگریٹ پینے کی عادت تھی، عادت تو بہت پھرتی سے پڑ جاتی ہے؛ لیکن چھوٹتی بہت دیر میں ہے، لوگ کہتے ہیں۔ ع

چھٹتی نہیں ہے منھ کو یہ ظالم لگی ہوئی

کہ منھ کو لگ گئی ہے، اب یہ ظالم چھوٹتی نہیں ہے، تو لکھا ہے کہ: مولوی شبیر علی شاہ نے ان پر نہ غصہ کیا، اور نہ ان کو ڈانٹا، اور نہ ہی ان پر ناراضگی ظاہر کی، جو سگریٹ پیتے تھے، ان کو انھوں نے ایک سو ایک مرتبہ سگریٹ پینے سے منع کیا۔ چناں چہ سو بار پر تو کچھ اثر نہیں پڑا؛ لیکن جب ایک سو ایک بار کی گنتی پوری ہوئی، تب انھوں نے سگریٹ پینا بند کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اس برائی پر اتنا مصر تھے کہ وہ ایک دو مرتبہ میں جانے والی نہیں تھی۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیے! کوئی جانور تھوڑا سخت اور قوی ہوتا ہے، تو کہتے ہیں کہ بڑی اور کئی گولیاں اس کے لیے استعمال ہوتی ہیں، ۶۔۷ L.G. (بندوق کی گولی) استعمال کی گئی، تب جا کے وہ گرا۔ اور بعض جانور اتنے کمزور اور لاغر ہوتے ہیں کہ بندوق کی آواز سنتے ہی دھڑ سے گر جاتے ہیں، اور بعض ایسے ہوتے ہیں، کہ چھوٹے سے چھرے کے لگنے سے گر جاتے ہیں، اور بعض گل چھرے اڑاتے رہتے ہیں، ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ایسے ہی انسانی حالات بھی ہیں کہ: کچھ لوگوں پر ایک وعظ اثر کر جاتا ہے، اور کچھ لوگوں پر بہت سی باتیں اثر انداز نہیں ہوتیں، اور بہت سے لوگوں کے لیے اشارے کافی ہو جایا کرتے ہیں۔

اللہ رب العالمین نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تذکیر کی ذمہ داری عطا فرمائی، کہ آپ بار بار کہتے رہیے! چناں چہ آپ نے بھی اس ذمہ داری کے سلسلے میں اس درجہ عزیمت پر عمل کیا، کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میں مبالغہ کرنے سے روکا؛ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ أَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ'' (الشعراء:۳) شاید آپ

ان کے ایمان نہ لانے پر اپنی جان ہی دے دیں گے۔

آیت کریمہ یہ بتا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکیر کے باب میں اتنی محنت شروع کردی تھی، جس سے آپ کی جان کا خطرہ ہو چلا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفقت سے روکا اور فرمایا کہ اعتدال کا راستہ اپنائیے! اے محبوب اتنی مشقت آپ مت اٹھائیے! آپ کا کام صرف یہ ہے کہ آپ سیدھا راستہ دکھلا دیجیے، اور پھر ہٹ جائیے! آپ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے۔ وہ ایمان لائیں یا نہ لائیں، اس کی فکر نہ کیجیے!!۔

تذکیر بہر حال نافع ہے:

بعض لوگ غافل قسم کے ہوتے ہیں، ان پر اثر کم پڑتا ہے؛ لیکن پڑتا ہے، بغیر نفع کے تذکیر نہیں، ورنہ یہ آیت اپنے معنی میں صادق نہیں رہے گی، آیت کا معنیٰ اس وقت صادق ہوگا، جب تذکیر کا نفع عام انسانوں میں پایا جائے گا۔

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ دیکھو! اگر کسی بڑے اور موٹے پتھر پر مسلسل پانی کا قطرہ گرتا ہے، تو اس میں سوراخ ہو جاتا ہے، تو سوراخ کے سلسلے میں لوگوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ آخری قطرہ کا اثر ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، سوراخ کرنے میں جتنا اثر آخری قطرہ کا ہے، اتنا ہی پہلا قطرہ بھی موثر ہے۔ اگر پہلے قطرے نے کوئی جگہ نہ بنائی ہوتی، تو آخری قطرہ بھی اس کو پار نہیں کرسکتا تھا۔ آپ دیکھیے! کیسی مثال دی، یہ تذکیر کے نافع ہونے کی عجیب مثال ہے۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تذکیر کا حکم دیا ہے، آج ہمیں اس پر عمل کرکے ثواب حاصل کرنے کی، اور سننے والے کو اجر دلانے کی، اور اس پر عمل کرانے کی کوشش جاری رکھنی چاہیے، آگے اللہ تعالیٰ اس تذکیر کو کہاں تک لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس

تذکیر کو کہاں تک پہونچاتے ہیں، اس پر ہماری نظر نہیں رہنی چاہیے، اپنا کام کوشش کرنا ہے، اور ہماری کوشش کو بارآور بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ ہر کام کی مصلحت کو زیادہ جانتے ہیں۔ کبھی کان کے پردوں سے لگ کر آواز لوٹ آتی ہے، اور کبھی دل کے دروازوں کے اندر تک پہنچ جاتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب دل کا مالک اپنے دل کے دروازوں کو کھولتا ہے، تب جاکر تذکیر کا اثر اس کے دل تک پہنچتا ہے، ورنہ بات اِس کان سے داخل ہوکر اُس کان سے نکل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر بھی اپنے بندوں کو نفع پہونچانے کا حکم دیا، اور بار بار ان تک خیر کی بات پہونچانے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے اس کی ذمہ داری ہمارے ہی اوپر ہے، اور وہ ہماری ہی نگرانی میں ہے، ہم اس کے کہنے، سننے کے ماحول کو برقرار رکھیں؛ جتنا اس کو ہم برقرار رکھیں گے، اتنا ہی ہمارے معاشرے سے برائیاں مٹتی چلی جائیں گی۔

بات منوانے کے دو طریقے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تذکیر کا جو حکم دیا، تو اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تذکیر کا کیوں حکم دیا؟ جواب یہ ہے کہ: اپنی بات منوانے کے دو ہی طریقے ہیں: ایک تو حکومت اور سلطنت کا طریقہ ہے کہ حکومت اور سلطنت کے ذریعہ سے کوئی بات منوائی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے شایانِ شان اس کام کے اور اس طریقے کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نفی فرمادی۔ اور فرمایا کہ: ''لَسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ'' (الغاشية: ۲۲) کہ اے میرے نبی! آپ کو بادشاہت اور سلطنت کی حیثیت سے غلبہ نہیں عطا فرمایا گیا کہ آپ داروغہ بن کے جائیں، اور ان سے عمل کرائیں، یہ ذمہ داری میں نے آپ کو نہیں دی ہے۔

دوسری شکل اور دوسرا طریقہ: نبوت والا ہے کہ نبی اللہ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچادے۔ بس! تو ایک صورت ہے: بادشاہت کا طریقہ اور دوسری صورت ہے:

نبوت کا طریقہ۔ بادشاہت کا طریقہ تو سلطنت، تخت وتاج، گولا بارود کا طریقہ ہے؛ لیکن نبوت کا جوراستہ ہے، وہ اس سے بالکل برعکس ہے، اوراس سے بالکل الگ اور جداگانہ ہے، وہ اللہ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچانا، اور اللہ کے بندوں کو اللہ پاک سے جوڑنا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے اسے متعارف کرانا یہ نبی کا کام ہے۔

بادشاہت ونبوت میں فرق:

نبوت اور بادشاہت میں یہی فرق ہے کہ نبی اپنا تعارف نہیں کراتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کراتا ہے، اور بادشاہِ وقت اپنا تعارف کراتا ہے، اپنی پہچان کراتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تمھیں یہ بات جان لینی چاہیے! کہ میں اس خطے کا بادشاہ ہوں، میں اس علاقے کا قاضی ہوں، میں یہاں کا کوتوال ہوں، تمہیں میری حیثیت جان لینی چاہیے! ایسا نہ ہو کہ مجھے دوبارہ کہنا پڑے؛ لیکن نبی کہتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک جانو! اس کی طاقت کو، اور بادشاہت کو مانو، اوراس کے احکامات پر عمل کرو! اوراس کی تصدیق کرو! اس کی آیات واحکامات کو جھٹلانا بند کرو!۔

لہٰذا نبی کے پیغام کو خدا کا پیغام سمجھنا چاہیے، اسی لیے اگر کسی نے نبی کی تکذیب کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ’’آپ اس کو چھوڑ یئے، میں اس سے خود نمٹوں گا؛ اس لیے کہ اس نے آپ کو نہیں جھٹلایا ہے، بلکہ مجھے جھٹلایا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’وَذَرْنِىْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ أُولِى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلاً‘‘ (المزمل: ۱۱)

ترجمہ: اور مجھ کو اوران جھٹلانے والوں کو نازونعمت میں رہنے والوں کو چھوڑ دو، اوران لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو!!۔

اِس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کے جھٹلائے جانے کو اپنے آپ کو جھٹلانا قرار

دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والوں سے خود نمٹنے کا اعلان کیا ہے کہ میں انھیں خود سزادوں گا۔

لیکن بادشاہ جب سمجھاتا ہے، تو وہ اپنے آپ کو بتاتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو بادشاہت والی لائن عطا نہیں فرمائی، بلکہ نبی کو نبوت ورسالت والا راستہ بتایا اور دکھایا، اور رسالت جیسے اہم منصب سے سرفراز فرمایا۔

ولی، نبی کا وارث ہوتا ہے:

اسی لیے آپ کی وراثت میں ولایت کا راستہ منتخب ہوا، ولی کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہونچانا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے پیغام پر کسی کو زبردستی لانا یہ ولی کا کام نہیں ہے۔ اسی لیے نبی کے ہزار چاہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا:

"إِنَّکَ لاَ تَهْدِیْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ". (القصص:۵٦)

ترجمہ: آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے، اور ہدایت پانے والوں کا علم اسی کو ہے۔

بہ ظاہر نبی کی چاہت کو اللہ تعالیٰ اگر پورا کردیتے، تو بادشاہت اور نبوت کے فرق کو دنیا والے نہ سمجھ پاتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ جب کہ سب کی نیت جانتے ہیں، اس کے باوجود خواجہ ابوطالب کے ایمان کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں یہ بتایا گیا کہ ہدایت کا اصلی مالک اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے، اور نبی ہدایت کے پیغامبر ہیں، ہدایت کی طرف آواز لگانے والے ہیں۔ اسی طرح بعد کے علما اور بعد کے اولیا، لوگوں کو سیدھی راہ دکھا سکتے ہیں، کسی کو اس پر چلا نہیں سکتے، اور کسی کے دل میں ہدایت اتار نہیں سکتے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو جاتی اور خواجہ ابو طالب کو ایمان کی دولت نصیب ہو جاتی، تو بعد کے آنے والے ہادی، بعد میں آنے والے علما، اور بعد میں آنے والے ہدایت کی راہ کے مبلغین مایوس ہو جاتے ؛لیکن یہ قدرت کا ایک تکوینی نظام ہے، ان کے سامنے ایک ایسی مثال موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کی اس چاہت کو پورا نہ کر کے یہ بتا دیا کہ ہدایت کا مالک میں ہوں، نبی نہیں ہیں۔ اس سے بعد کے لوگوں کی ڈھارس بندھ گئی اور ان کو کام کرنے کا حوصلہ ملا، وہ اب کام کر کے مایوسی کا شکار نہیں ہوں گے۔ کسی کا راہ راست پر نہ لگنا، ان کو کام سے باز نہیں رکھے گا۔ اور وہ مستقل کام کرتے رہیں گے اور اس مثال سے تسلی اور سکون حاصل کرتے رہیں گے۔

ہدایت مفت میں نہیں ملتی:

ہمارے حضرت والا محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا: کہ حضرت! بڑے علما اور بڑے مشائخ کے قریب رہنے والے لوگ کیوں محروم رہ جاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! قریب میں ابو جہل تھا، ابولہب تھا، ابولہب اور ابو جہل نے دشمنی کی، تو قیامت تک ان کا تذکرہ حضور کے ساتھ دشمنی میں ہوتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ جو دوسری بات حضرت والا نے ارشاد فرمائی، وہ بڑی عجیب بات ہے، فرمایا: دیکھو! اللہ تعالیٰ ہدایت پر انعام جب دیتے ہیں، جب ہدایت کی طلب ہو، اور جب ہدایت کی طلب سچی نہیں ہوتی، تو وہ خواہ کتنا قریب ہو اس کو ہدایت کی دولت نہ دے کر یہ بتاتے ہیں کہ ہدایت کوئی مفت میں ملنے والا سامان نہیں ہے: یہ تو چاہنے والے کو، مانگنے والے کو، ہاتھ جوڑنے والے کو، منت سماجت کرنے والے کو، یہ خزانہ ملتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تمنا درد دل کی ہو تو، کر خدمت فقیروں کی　　　نہیں ملتا یہ گوہر، بادشاہوں کے خزینے میں

ایک کیمیا گر کا واقعہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک قصہ لکھا ہے:
بہت ہی اختصار کے ساتھ سنائے دیتا ہوں۔ میں قصہ یوں بھی مختصر کر کے سناتا ہوں لکھا ہے کہ: ایک بادشاہ کو خبط سوار ہو گیا کہ اسے کیمیا بنانا ہے، اور اس کے فن کو حاصل کرنا ہے اور سونا بنانا ہے؛ چناں چہ اس کو معلوم ہوا کہ یہاں ایک فقیر ہے، وہ کیمیا بنانا جانتا ہے، اس کے علاوہ کسی اور کو یہ فن نہیں آتا؛ چناں چہ یہ بادشاہت اور کرسی کسی کے حوالے کر کے وہاں پہنچا اور اس سے کہا کہ صاحب! آپ کو فنِ کیمیا آتا ہے؟ مجھے سکھا دیجیے! تو اس نے کہا: ''ارے سرکار! میں تو ایسا ہوں، ویسا ہوں، اس منڈئی میں رہتا ہوں، اگر میں کیمیا بنانے کے فن سے واقف ہوتا، اور سونا بنانا مجھے آتا، تو آپ کی طرح شاندار بنگلہ بنوا کر میں بھی رہتا، مجھے کہاں آوے ایمیا کیمیا''۔ آپ کو کسی نے غلط بتایا، تو بادشاہ لوٹ آیا، کچھ دن بعد پھر اس کو شوق پیدا ہوا، علم کیمیا حاصل کرنے کا، تو اس سے لوگوں نے کہا کہ اگر تم کو کیمیا سیمیا سیکھنا ہے، تو وہی بڈھا جانتا ہے، اس کے علاوہ اس ملک میں کسی اور کو یہ فن معلوم نہیں ہے؛ لہٰذا C.I.D. کی رپورٹ پھر C.B.I. کی رپورٹ، اور پھر ڈبل C.B.I. کی رپورٹ بھی جب آگئی، تو اس نے اپنا تخت و تاج دوسرے کے حوالے کر کے پھر اس کے پاس گیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا تھا کہ یہ سب کام بادشاہت کا لباس پہن کر نہیں سیکھے جاتے، اور نہ کوئی اس لباس میں سکھاتا ہے، آپ بھیس بدل کر جائیں! یہ گیا تو اس سے کہا: ''جناب! السلام علیکم'' تو اس نے جواب دیا اور کہا ''بیٹا کہاں سے آئے'' تو اس نے کہا کہ یہیں سے، قریب ہی میرا مکان ہے، کہا ''اچھا اچھا بیٹھ جاؤ'' بادشاہ نے کہا '' آپ کا پیر دبا دوں'' تو اس نے کہا ''نہیں! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، رہنے دیجیے، اِدھر بیٹھ جایئے! بادشاہ نے کہا کہ صاحب! مجھے آپ

سے بڑی محبت ہے، اجازت دیجیے! تھوڑا سا پیر دبا دوں‘‘ تو اس نے کہا کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے، بہرحال وہ اصرار کر کے وہیں رہ پڑا، دھیرے دھیرے وہ اس کا ہر کام کرنے لگا، (حضرت والا نے ہنس کر فرمایا: کہ اس کا کرتا اور پائجامہ بھی سنبھالنے لگا) پھر دھیرے دھیرے اس کی ساری چیزوں پر قبضہ کر لیا۔ غرض کچھ دنوں میں وہ کیمیا گر بھی اس کی محبت اور خلوص کا قائل ہو گیا، کچھ دن کے بعد اس نے بادشاہ سے کہا کہ ارے بھائی دیکھو! میں مر رہا ہوں، ضعیف ہو گیا ہوں، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، میں ایک فن جانتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم کو وہ سکھا دوں، تو اس نے کہا: جناب چھوڑیئے مجھے کوئی فن نہیں سیکھنا، مجھے تو آپ سے محبت ہے، فن کی کیا حیثیت ہے آپ کے سامنے؟ پھر ایک دن اس نے کہا ’’ارے بیٹا چلو مجھ سے ایک فن سیکھ لو، میں کیمیا بنانا جانتا ہوں، اس فن کو میرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا، تم اگر سیکھ لیتے تو بہت اچھا ہوتا، تم نے اتنے دن میری خدمت کی ہے‘‘ پھر اس کو جنگل میں لے گیا، اور کہا دیکھو! یہ یہ چیزیں ہیں، ان سے سونا بنتا ہے۔

جب اس کو ترکیب معلوم ہو گئی، تو وہ رات کو چپکے سے وہاں سے نکل گیا، جب وہ اپنے محل میں پہنچا، اور صبح کے وقت اس کیمیا گر کو بلوایا، جب وہ آ گیا تو اس سے کہا: دیکھو بڑے میاں! مجھے علم کیمیا سیکھنا ہے، تو اس نے کہا ’’بھائی میں کیا جانوں، علم کیمیا کیا ہوتا ہے؟ میں پھٹے پرانے کپڑے پہننے والا، منڈئی میں رہنے والا آدمی ہوں۔ اس نے کہا ’’اچھا!! مجھے پہچانتے ہو؟ اس نے جب غور سے دیکھا تو پہچان لیا، تو اس نے ایک بات کہی، ذرا غور سے سنیے! اس نے کہا ’’ارے بھائی! علمِ کیمیا سیمیا تو پیر دبانے سے ملتا ہے، کوئی چیز اندر کی لینا چاہو تو خدمت کرنا سیکھو!۔

حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ جب سونا چاندی جو اسی مٹی سے بنی ہوئی چیز ہے، اس کو سیکھنا

ہو،تو خدمت کرنی پڑتی ہے،تو دین تو بہت بڑی چیز ہے،یہ تواضع کے بغیر کیسے حاصل ہوگا؟۔

سونے کی حقیقت مٹی ہے:

سونا اسی مٹی سے بنتا ہے، میں نے وہ مٹی دیکھی ہے، جس سے سونا بنتا ہے، اورسونے کے پہاڑ دیکھے ہیں؛ ساؤتھ افریقہ میں دسیوں، بیسیوں ایسی جگہیں دیکھی ہیں، (اللہ کا فضل ہے) لیکن سونے کی حقیقت جو ہے وہ مٹی ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے، ساری حقیقت کھل گئی، اس کی مٹی پر کیا مرتے ہو؟ ؎

کسی خاک کی پہ مت کر خاک، اپنی زندگانی کو　　جوانی کر فدا اس پر، دیا جس نے جوانی کو

تو میں یہ سنا رہا تھا کہ بھائی! یہ مٹی چمکیلی ہی سہی؛ لیکن ہے تو مٹی ہی، کچھ اور تو ہے نہیں۔ تو جب مٹی سیکھنے کے لیے اور مٹی بنانے کے لیے پوری جوانی دینی پڑتی ہے، تو علم دین تو بہت اونچی چیز ہے، اور اللہ کی محبت تو اس سے بڑی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ کی معرفت تو اس سے آگے کی چیز ہے، یہ بھلا انسان کو جیسے تیسے کیسے مل جائے گی۔ (حضرت) مولانا پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ایک شعر سن لیجیے! اور بات ختم۔

فرماتے ہیں ؎

سنو یہ بات میری گوش دل سے، میں جو کہتا ہوں
میں ان پر مرمٹا، تب جا کے گلشن میں بہار آئی

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

اسبابِ غفلت سے دور رہیں

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ. وَنَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَاأَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ'' صدق الله العظيم. (المنافقون: ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد، اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پاویں۔ اور جو ایسا کرے گا، ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں۔ (بیان القرآن)

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

سورۂ منافقین کی آخری آیت، ابھی قاری صاحب نے تلاوت فرمائی، ان کی تلاوت کردہ آیات سے مجھے تھوڑی سی بات سنانے کا ارادہ پیدہ ہوا ہے، دعا فرمائیں! اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان لانے والو! تمہیں کھیل کود غفلت میں نہ

ڈالدیں، کہیں تم کو تمہارا مال اور تمہاری اولاد، تمہارے بال بچے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل نہ کردیں۔ بال بچے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں؛ لیکن نعمت دینے والا مالک، نعمت دینے والا منعم، اس سے بھی زیادہ پیارا ہے، لہٰذا نعمتوں میں الجھ کر انسان، اللہ تعالیٰ کو بھول جائے، اور منعم کو فراموش کردے، یہ بچوں کی صفت ہے۔ گھر میں کافی، ٹافی، کھلونے اور گھنگھنے میں چھوٹے، بے عقل بچے مصروف ہوجاتے ہیں، اور گھر والوں سے، گھر کے مالک سے، ان کا ذہن ہٹ جاتا ہے؛ لیکن جو گھر میں سمجھدار، عقل مند ہیں، وہ گھر میں کافی اور ٹافی میں نہیں الجھتے، بلکہ وہ گھر کے مالک کے مزاج کو پرکھتے ہیں کہ ابو نے کھایا یا نہیں کھایا، سوئے یا نہیں سوئے، کہیں کوئی بات مزاج کے خلاف تو نہیں ہے؟ وہ ساری نعمتوں کو سمجھتے ہیں کہ اس منعم کے زیر سایہ ملتی ہیں، اس لیے وہ گھر کے سمجھدار اور عقل مند کہلاتے ہیں، وہ مالک کے تیور دیکھتے اور پرکھتے ہیں، دوا علاج کی فکر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی یہاں یہی بات سمجھائی ہے کہ دنیا میں ہم نے تمہیں بال بچے، نعمتیں، مال اور اولاد دیا ہے، بے شک یہ چیزیں ہماری دی ہوئی نعمتیں ہیں، لیکن ان نعمتوں سے ہمیں تم بھول جاؤ، ان نعمتوں میں پھنس کر ہمیں بھلا دو، کھیل کود میں لگ جاؤ، یہ بے عقلی کی بات ہے، بے شعوری کی بات ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اوصاف:

اس کائنات کے سب سے بڑے سمجھدار انسان وہ حضرات تھے، جن کو ہم صحابہ کے نام سے جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا فرمایا؟ اس کو قرآن کی زبان میں سنیے!!۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

’’رِجَالٌ لَاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ. يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ‘‘۔(سورۃالنور:۳۷)

ترجمہ: ایسے لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اور نماز پڑھنے سے، اور زکوٰۃ دینے سے، نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت۔ وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں، جن میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔

فرمایا: وہ میری راہ کے مرد لوگ ہیں، وہ بچے نہیں ہیں، وہ عورتیں نہیں ہیں، بلکہ وہ مرد ہیں۔ اور مرد کیسا ہوتا ہے؟ فرمایا: مردانہ شان دیکھنا ہو تو میرے نبی کے چہیتوں کو دیکھو! بڑی سے بڑی تجارت، ان کو اللہ کی اطاعت سے نہیں روک سکی، خرید وفروخت کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو؛ لیکن ان کو ان کے مولیٰ سے غافل نہ کر سکی۔ اگر غافل کر دیتی، تو وہ رجال نہ کہلاتے، وہ مرد نہ کہلاتے، مرد کافی اور ٹافی سے نہیں خوش ہوتا، جو بچے ہوتے ہیں، وہ ان چیزوں سے خوش ہوتے ہیں۔

یہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان تھی کہ ان کو دنیا کی کوئی دولت، کوئی حکومت وطاقت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر سکی۔ ان پر بڑے سے بڑے حالات آئے، حوادث کے پہاڑ ٹوٹے؛ لیکن وہ اپنے اصول سے ایک ذرہ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ اللہ اور اس کے رسول سے وفاداری ثابت کرنے کے لیے ان کو اگر بڑی سے بڑی قربانی بھی دینی پڑی، تو انھوں نے اس سے گریز نہیں کیا، تاریخ کی کتابوں میں آپ کو اس کی بہت مثالیں مل جائیں گی۔

حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

ایک صحابی ہیں، حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ جوان قابل قدر صحابی تھے۔ ان کا

واقعہ سیرت کی کتابوں میں بہت ہی عجیب وغریب منقول ہے، اس واقعہ کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عزالدین ابن الاثیر نے ''اُسد الغابہ'' میں مفصل بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ: حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نہایت کالے کلوٹے تھے، اور شکل وصورت بھی کچھ زیادہ حسین وجمیل نہ تھی، انھوں نے اپنی شادی کے لیے مدینۃ المنورۃ کے ہر قبیلہ میں پیغام پیش کیا، اور بڑی کوششیں کیں، مگر ان کی بدصورتی اور کالے پن کی وجہ سے کسی نے ان کو اپنی لڑکی دینا پسند نہیں کیا، اور انھوں نے اپنی شادی کے لیے ہر ممکن کوشش کرڈالی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: انھوں نے آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ: یارسول اللہ! کیا میرا کالا پن اور میری بدصورتی، مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک سکتی ہے؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاچکے ہو، اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کرچکے ہو، تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا مقام بہت بلند ہوگا'' تو حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ: یارسول اللہ! جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور آپ کی مجلس میں آتے رہتے ہیں، دونوں قسم کے لوگوں کے یہاں میں نے اپنی شادی کا پیغام دیا ہے؛ لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی بھی مجھے اپنی لڑکی دینے کے لیے تیار نہیں ہے، تو حضور علیہ السلام نے ان کے لیے مدینۃ المنورۃ کی سب سے خوبصورت اور سب سے زیادہ باعزّت گھرانے کی لڑکی منتخب فرمائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: تم عمرو بن وہب ثقفی کے پاس جاؤ! ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ سمجھ دار ہے، اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کردیا ہے۔ تم جاکر عمرو بن وہب ثقفی کو میرا پیغام پہونچادینا

کہ میں نے ان کی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا ہے۔ چناں چہ یہ گئے اور جا کر لڑکی کے ماں باپ کو اطلاع دی، تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کردیا اور واپس کردیا۔ جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہیں تمہارے خلاف وحی نہ نازل ہوجائے۔ اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے بچیے! میں تو اپنے لیے اس کو پسند کرتی ہوں، جس کو اللہ اور اس کے رسول نے پسند فرمایا ہے۔ اس لڑکی کے بھی کمالِ ایمان کی انتہا نہ رہی، اس نے دل کی پاکیزگی، تقویٰ وطہارت اور ایمان کو دیکھا، صورت کو نہیں دیکھا، اللہ اور اس کے رسول کی خوشی کو دیکھا۔ جب لڑکی کے باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے، تو حضور علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم نے میرا بھیجا ہوا آدمی واپس کردیا؟ تو انہوں نے شرمندگی کا اظہار فرمایا اور توبہ کی، اور فرمایا کہ مجھے شبہ ہوا کہ انھوں نے کہیں جھوٹ نہ کہا ہو، ہم تو آپ کے تابع ہیں، ہم ان کو اپنی لڑکی دیتے ہیں۔ چناں چہ ماں باپ نے اپنی چہیتی بیٹی، حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کے حوالے کردی، لڑکی نے ماں باپ سے کہا تھا کہ جب اللہ اور رسول کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے، تو اس میں کسی کو اختیار نہیں رہتا، اور لڑکی نے یہ آیت پڑھ کر سنائی: ’’وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُه‘ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه‘ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِيْنًا‘‘ (الأحزاب: ٣٦)

ترجمہ: اور کسی مرد اور عورت کے لیے جب اللہ اور رسول کوئی فیصلہ کردیں، تو ان کو اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رہتا، اور جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوجائے گا۔

حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو لے کر چلے، تو اس کے لیے بازار سے

کچھ سامان خریدنے کے لیے تشریف لے گئے، اسی اثنا میں جنگ کا اعلان ہوا، تو انھوں نے بیوی کے لیے سامان خریدنے کے بجائے، اسی رقم سے تلوار، نیزہ، گھوڑا وغیرہ جنگی سامان خرید لیا، اور جنگ میں جا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان کے سرِ مبارک کو اپنی گود میں لیا، اور پھر ان کی تلوار اور گھوڑا وغیرہ ان کی بیوی کے پاس بھیج دیا، اور ان کی سسرال والوں کو کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں سے آخرت میں ان کی شادی کرادی ہے۔ (اسد الغابۃ: ۴۱۸/۲، الرقم: ۱۹۶۵)

حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرّحمٰن رضی اللہ عنہما کا واقعہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے ''عبدالرّحمٰن ابن ابی بکر'' نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا ہے۔ یہ بہت اچھے تیر انداز اور بہت بڑے بہادر تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی تھے، غزوۂ بدر و احد میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے میں آئے، صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کر کے ہجرت فرمائی۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام لانے کے بعد انھوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ غزوۂ بدر میں آپ میرے نشانے پر آ گئے تھے؛ لیکن باپ ہونے کی وجہ سے میں نے آپ کا لحاظ کیا تھا اور آپ کو چھوڑ دیا تھا۔ تو اس پر صدیق اکبرؓ نے فرمایا: کہ اگر تم میرے نشانے پر آ گئے ہوتے تو میں بیٹا ہونے کا لحاظ نہ کرتا، میں تم کو فوراً قتل کر دیتا؛ کیوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے مقابلے میں میرے نزدیک میرے ماں باپ اور میری اولاد سب قربان ہیں، اور تم اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے تھے، اس لیے اس وقت میری شفقت پدری سے تم محروم رہتے۔

عالی شان قُبَّہ والی عمارت توڑنے کا واقعہ:

اسی قسم کا ایک واقعہ بڑا عبرتناک ابوداؤد شریف میں منقول ہے کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مدینۃ المنورۃ میں کہیں تشریف لے جارہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک عمارت بڑی شان وشوکت والی بنائی گئی ہے اوراس پر قبہ بھی بنا ہوا ہے۔ آپ نے صحابہ سے معلوم کیا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ تو بتلایا گیا کہ فلاں کا مکان ہے۔ اس کے بعد جب ان صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دینے سے اعراض فرمایا، انھوں نے کئی مرتبہ سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ اعراض فرمایا، تو انھوں نے دوسرے صحابہ سے دریافت کیا کہ آخر وجہ کیا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض ہیں؟ تو ان کو جواب ملا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے گھر کا قبہ دیکھا ہے۔ جب یہ سنا تو سیدھے اپنے گھر آکر پوری عمارت منہدم کرکے زمین سے ہموار کردیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ بتلایا بھی نہیں کہ میں نے وہ عمارت توڑ دی ہے۔ بس دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہی عمارت محبوب کی ناراضگی کا سبب ہے ،اورمحبوب کی مرضی کے سامنے اس طرح کی عمارت اورآرزو سب قربان ہیں، اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا، تو آپ نے دیکھا کہ وہ عالی شان قبہ والی عمارت نیست ونابود ہوچکی ہے، آپ نے صحابہ سے دریافت کیا، تو جواب ملا کہ آپ کی ناراضگی کا اُن پر بڑا اثر پڑا، اس وجہ سے انھوں نے پوری عمارت ہی گرادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی سے بہت خوش ہوئے، اورفرمایا کہ دنیا کے اندر ہر عمارت، مالک پر وبالِ جان ہے ہاں البتہ سر چھپانے اورضروریات زندگی کے بقدر گھر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابوداؤد شریف: ۲/۷۱۱)

اب ہم اپنے کو ذرا دیکھیں کہ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں کن چیزوں کو ہم سامنے محسوس کرتے ہیں، کون سی چیزیں ہمارے درمیان در و دیوار بن کر کھڑی ہوتی ہیں، کون سی چیزیں مانع بنتی ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہی آل و اولاد، یہی مال و دولت، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے سے ہمیں روکتے ہیں۔ تو ہم تو بچے نکلے، ہم کم عقل کہے گئے، نابالغ ہوگئے، ہمیں سمجھ جب آئے گی، جب ہم اس کائنات کے مالک کو خوش کرنے کا جذبہ اور ارادہ رکھیں گے، جب اس کو خوش کرنے کا ہمیں خیال ستائے گا، ہر دم یہ بات ذہن پر سوار رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری کسی نقل و حرکت سے، میری کسی عادت سے، میری کسی خصلت سے، میرے کسی کام سے، میرا مولیٰ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، جب یہ بات آپ کے ذہن میں بیٹھ جائے گی، تب آپ غلطیوں سے بچ سکیں گے۔ جیسے بیڑی پینے والے کو بیڑی نہ پینے سے بے قراری ہوتی ہے، ایسے ہی اطاعت کرنے والوں کو اطاعت نہ کرنے سے بے چینی و بے قراری ہوتی ہے۔ جب بے قراری پیدا ہو جائے، تو سمجھو کہ اس عمل سے نسبت پیدا ہوگئی، ایسے ہی جب اپنے مولیٰ کی خوشیوں کا دھیان اس کے سر پر سوار رہنے لگے، اور دنیا کی چیزوں سے اس کو نفرت ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کا خیال اس کو مصروف رکھنے لگے، تو آپ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کو نسبت پیدا ہوگئی۔

ہمیں رب کی یاد کیوں نہیں ستاتی؟

ہمارے ساتھ ڈاکٹر صاحب آئے ہیں، انھوں نے آج گھر فون کیا، تو گھر کے بچوں نے کہا کہ: آپ جلدی سے آجایئے! یہی بہت بڑی بات ہے۔ روز رہتے تھے، تو خیال نہیں رہتا تھا، آج کیا کہتے ہیں کہ آپ جلدی سے آجایئے! آج بال بچوں کی دوری ہمیں ستاتی ہے، ان کی یاد ہم کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے، ہم بھی اور وہ بھی جدائی کا احساس

دلوں میں پاتے ہیں؛ لیکن بھائی! جس نے اپنی پیاری نعمتیں دی ہیں، کیا وہ فراموش کرنے کے قابل ہے؟ جس نے اتنی بڑی نعمتیں دی ہیں، کیا وہ فراموش اور بھول جانے کے قابل ہے؟

مولانا رومی علیہ الرحمہ نے یہی سمجھایا ہے، عجیب بات کہہ دی ہے۔

کہتے ہیں۔

چوں نہ داری صبر از فرزند و زن
صبر کے داری ز رب ذو المنن

فرمایا: اگر تم کو بال بچوں کو چھوڑ کر صبر نہیں آتا، ان کی یاد میں بے قرار ہو جاتے ہو! تو ان بال بچوں کی نعمت دینے والے سے صبر کیسے آتا ہے، اس کو بھول کر غفلت کی زندگی تم کو کیسے اچھی لگتی ہے، اس کی نافرمانی میں انسانوں کی خوشیاں تم کیسے تلاش کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے انسانوں کی خوشی میں تمہیں کیسے چین آتا ہے؟!!۔

رب کی نافرمانی بڑی مہنگی ہے:

واقعہ لکھا ہے کہ: حضرت ابوالنضر سالم مولیٰ عمر بن عبید اللہ، خلیفہ کے کسی عامل (گورنر) کے پاس تشریف لائے۔ گورنر نے کہا کہ ابوالنضر! ہمارے پاس خلیفہ کی جانب سے ایسے خطوط آتے ہیں، جن میں مختلف قسم کے احکامات ہوتے ہیں، اور ہم کو ان کے نافذ کئے بغیر چارہ نہیں، اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: تیرے پاس خلیفہ کی کتاب سے پہلے، اللہ کی کتاب آچکی ہے، ان میں سے جس کا اتباع کرے گا، اسی کے متبعین میں سے شمار ہوگا۔

اسی جیسا ایک اور واقعہ لکھا ہے: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ایک مرتبہ ان کو ابن ہُبیر ہ رحمۃ اللہ علیہ نے بلوایا، اتفاق سے حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ ابن ہبیر ہ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ابوسعید! ان خطوط کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جو ہمارے پاس یزید بن عبدالملک کے پاس سے آتے ہیں؟ اور ان میں بعض احکام وہ ہوتے ہیں، جو کتاب اللہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ اگر میں ان کو نافذ کروں، تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے۔ اور اگر نافذ نہیں کرتا، تو جان کا خوف ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''تیرے پاس فقیہ حجاز، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں، ان سے پوچھ لے!'' امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ہبیر ہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلے میں نرمی اختیار کی اور کہا کہ دیکھ ریکھ کے کام کرلو، راہ راست پر رہو، میانہ روی اختیار کرو! وہ گردنیں اڑوا دیتا ہے، بہت ظالم ہے، اور تم کو نوکری کرنی ہی ہے، اس لیے اس کی تھوڑی بہت رعایت تو کرنی ہی پڑے گی۔ اس کے بعد ابن ہبیر ہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے کہا'' کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے'' اس لیے یزید جو کچھ تیرے پاس لکھے، اس میں غور کر اور کتاب اللہ سے اس کا موازنہ کر، جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دے اور جو حکم کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو نافذ کر دے! ابن ہبیر ہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شانے پر ہاتھ مارا اور کہا'' کہ کعبہ کے رب کی قسم اس شیخ نے سچ کہا'' اس کے بعد اس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے لیے چار ہزار درہم، اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دو ہزار درہم کا حکم دیا، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا'' کہ ہم نے مسئلہ بتانے میں نرمی کی، تو ہمارے ساتھ نرمی کی گئی'' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تو وہ چار ہزار درہم غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلیا۔

آپ نتیجے کے طور پر ان واقعات میں اگر غور کریں، تو اس کا لب لباب اور نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشی کا خیال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو خوش رکھتے ہیں، اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اس کا بال بیکا نہیں کر پاتی، اور جو شخص لوگوں کی خوشی کا خیال کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے غفلت برتتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کے حوالے کر دیتا ہے اور مخلوق اس کا تیاپانچا کر دیتی ہے۔

حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ کا پیغام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام:

ایک بار حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا تھا، اس میں حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا:

”امــا بــعـد! جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو لوگوں کی ناراضگی کے باوجود، اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہوگا لوگوں کے بارے میں۔ اور جو شخص لوگوں کی خوشنودی چاہے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے باوجود، اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالے کر دے گا“۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا: امابعد! جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے عمل کرے گا، تو اس کی تعریف کرنے والے بھی اس کو برا کہنے لگیں گے۔ (ترمذی شریف:۲/۶۷)

اللہ تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب رہنی چاہیے:

تو بھائی! اتنی بات سنانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں اور ان نعمتوں سے پیار کرنے کی بھی اجازت دی ہے؛ لیکن فرمایا کہ ذرا میری محبت اور مجھ سے تمہارا پیار کرنا، ہر چیز کے مقابلے میں بڑھا رہے۔ بس! تمہارے لیے اتنا کافی ہے، فرمایا:

’’وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ‘‘ مسلمان اللہ تعالی کی محبت میں ذرا شدت رکھتا ہے۔

اور چیزوں سے بھی محبت کرنا جائز ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب رہے، یہی مطلوب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ’’وَإِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ‘‘ (العٰدیات: ۸) ’’انسان خیر کی محبت میں بڑا سخت ہے‘‘۔

کوئی حرج نہیں ہے، یہ جائز ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب رہے، جب اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب ہوگی، تو یہ مال، یہ اولاد آپ کے لیے ’’نعم المعونۃ‘‘ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ یہ مومن کے لیے بہت بہترین مددگار ہیں۔ اگر رخ اِن کا اللہ تعالیٰ کی خوشیوں کی طرف ہے، تو یہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی محبت اور فرماں برداری میں معین بنیں گی۔ اور اگر ان کا رخ اُس سے ہٹا ہوا ہے، تو یہی چیزیں اس کے لیے مصیبت بنیں گی۔

رب کو بھول جانا احسان فراموشی ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دیکھو! میری اطاعت سے مال اور اولاد کی محبت کہیں تم کو ہٹا نہ دے۔ یہ جو میں دنیا کی چیزیں دے رہا ہوں، اس سے تعلق رکھو؛ لیکن میری محبت اس سے زیادہ رہنی چاہیے۔

میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ: آپ دنیا میں دیکھ لیجیے کہ باپ اپنے بیٹے کو جیب خرچ بڑھا کر دیتا ہے؛ تاکہ اس کی اطاعت اور فرماں برداری بڑھی رہے؛ لیکن اگر بیٹا خرچ زیادہ پاکر فضول خرچی کرنے لگے اور باپ کو بھول جائے اور کہے کہ موقع نہیں ملتا آپ کو فون کرنے کا، آپ سے کسی قسم کے رابطے کا خیال نہیں آتا، تو کیا ہوگا؟ اگلے مہینے میں پیسہ جائے گا؟ باپ کہے گا ’’بس ہو چکا، گدھا بہت کھیت کھا چکا، اچھا ہوا کہ یہیں سے گاڑی لوٹ آئی‘‘ باپ بیٹے سے صاف کہہ دے گا، کہ خبردار! کھاؤ، کماؤ، مجھ سے تمہارا واسطہ

نہیں ہے؛ لیکن قربان جایئے! اللہ ربّ العالمین کی ذات گرامی پر، کتنا کریم ہے وہ، کہ رات بھر نافرمانی کرنے والوں کو بھی صبح گرم گرم چائے دیتا ہے، دن بھر بغاوت کرنے والوں کو بھی رات میں میٹھی نیند سلاتا ہے، شام کی روزی اور روزی ہی نہیں، بلکہ سہ روزی بھی دیتا ہے، وہ انسانوں جیسا معاملہ نہیں کرتا، کیسا کریم ہے، اس کی نعمتوں کو دیکھ کر اس منعم کا اندازہ لگایئے، اس کے رحم وکرم کا اندازہ لگایئے! وہ کہتا ہے کہ میری شانِ رحمت سے یہ بات بعید ہے کہ میرے ہوکر میرے بندے پریشان رہیں اور کھانا پانی نہ پائیں۔

عام آدمی کے دروازے پر جب کوئی بیٹھ جاتا ہے تو پھر اس کو وہ کھانا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بہت بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں سب کو روزی دیتا ہوں، یہود کو نصاریٰ کو، مجوس کو، مشرک کو، کافر کو؛ لیکن اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ربّ العالمین ہوں؛ اس لیے کہ میں رحمان اور رحیم ہوں، میری رحمت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ میں اسے بھوکا رکھوں۔ ظاہر ہے کہ ایسے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے ذرا خیال رکھنا چاہیے کہ کس کو ناراض کررہے ہو! اس کی ناراضگی بڑی زحمت کا ذریعہ ہے۔ اپنے کسی مشن میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کو کوئی بھی ناقص نہ سمجھے!

یاد رکھیے! دین جس طرح آخرت میں کمال عطا کرے گا، ایسے ہی دنیا میں بھی باکمال بناتا ہے۔ آج کل کے امام وموذن کو مت دیکھیے کہ یہی خالی دین دار ہیں، اور دین داری کی یہی انتہا ہے، نہیں! جو لوگ سچے دین دار تھے، ان کو دیکھیے!۔

اب دعا کیجیے! کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا فہم عطا فرمائے؛ اس لیے کہ دین کی فہم بڑی مشکل سے ملتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین.

09794332329 09307661904

مرکزی خانقاہ شاہِ ابرارؒ

بیادگار: شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری علیہ الرحمۃ

مقامی مجلس دعوۃ الحق پھولپور کا پروگرام حضرت اقدس مولانا شاہ مفتی محمد احمد اللہ صاحب پھولپوری دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں ہر جمعرات کو بعد نماز عصر تا عشا منعقد ہوتا ہے، چنانچہ مخصوص لوگوں کی ایک جماعت مقامی باشندوں سے ملاقات کر کے شعائر اسلام پر عمل کرنے کی دعوت دیتی ہے اور بعد نماز مغرب حضرت والا کا ایمان افروز بیان ہونے کے بعد اجتماعی ذکر کی مجلس لگتی ہے، پھر دعاء کے بعد قرآن کریم اور اذان و اقامت کی تصحیح کرائی جاتی ہے، نیز سنن نماز، گناہِ کبیرہ، گناہ کے نقصانات اور طاعات کے فوائد بھی یاد کرائے جاتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو اس طرح کے پروگرام میں شرکت کرنی چاہئے، خود بھی شریک ہوں اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی شریک کرنے کی کوشش کریں، ان شاء اللہ اس کی برکت سے گھر میں، محلہ، گاؤں میں امن و امان قائم ہوگا یاد رہے یہ سلسلہ محسن الامت حضرت مولانا شاہ مفتی محمد عبد اللہ صاحب پھولپوری نور اللہ مرقدہٗ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے، یہ سارے نظام حضرت والاؒ کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہیں۔ بحمد اللہ آج بھی مرکزی خانقاہ شاہِ ابرار میں اصلاح نفس کا کام اسی نظم و ضبط سے چل رہا ہے، اور قریب و دور سے آنے والے متعلقین و مریدین باقاعدہ خانقاہ میں رہ کر اپنے اخلاق کی اصلاح کراتے ہیں۔

قارئین! خانقاہ تو در حقیقت ایک روحانی اسپتال ہے، جس میں بگڑے ہوئے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے، ذکر اللہ کے ذریعہ سے مالک حقیقی کی محبت پیدا کی جاتی ہے، برے اخلاق سے دور کر کے اچھے اخلاق اور صفاتِ حمیدہ سے مزین کیا جاتا ہے، انسانیت و غم خواری اور ہمدردی کا سبق پڑھایا جاتا ہے، ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی و بھلائی کا جذبہ پیوست کیا جاتا ہے، تاکہ ہر گھر میں دین کے پانچوں شعبے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق زندہ ہو جائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس خانقاہ کو اور بانی خانقاہ کے فیوض کو تا قیامت جاری و ساری فرمائیں اور خانقاہ میں ہمیں بھی وقت لگا کر اپنے اخلاق کی اصلاح کرانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)